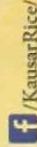


Kausar
RICE



PROUD PRODUCE OF
PAKISTAN



/KausarRice/



/Kausar_Rice/

www.kausar.com.pk

طالب علموں کیلئے ایک معیاری علمی رسالہ
شعبان ۱۴۴۲ھ
ماہنامہ کوشش
38
مسلسل اشاعت کا اٹھتیسواں سال
لاہور
مارچ 2021ء
ترک پاکستان چلڈرن ہیگزین سوسائٹی



بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
طالب علموں کیلئے ایک میااری علی رسالہ

کوثر لاہور

رکن پاکستان چلڈرن انجینئرنگ سوسائٹی

مسلسل اشاعت کا اٹھتیس واں سال

شعبان ۱۴۴۲ھ
مارچ 2021ء
جلد 38
شمارہ 3

خان بہادر انعام اللہ خان مرحوم

بیاد

ڈاکٹر نسیم الدین خواجہ مرحوم

جسٹس (ر) عامر رضا خاں مرحوم

بیاد

مدیر اعلیٰ: پروفیسر ڈاکٹر منزل احسن شیخ

مدیرہ (اروریکشن): ڈاکٹر آمنہ خواجہ

مدیرہ (انٹرنیشنل): عائشہ نسیم الدین خواجہ

34 L 2 ویلنٹینا ٹاؤن، لاہور

فون: 042-37281939, 0333-4027771
monthly.kausar@gmail.com

یکے از مطبوعات:

دی چلڈرن قرآن سوسائٹی
خواجہ آرکیڈ، وحدت روڈ، لاہور
فون: 042-37420679

قیمت فی شمارہ: 40 روپے
سالانہ زرتعاون: 400 روپے
وی۔ پی۔: 470 روپے

مطبع

مکتبہ جدید پریس، لاہور

اہتمام طباعت

غازی محمد وقاص 042-37668110

gdsprinters@gmail.com

لاہور پریس اور سکولوں کے لیے حکومت پنجاب سے منظور شدہ So(PI)45/83

www.kausar.comp/meda-gallery/mahnama-kausar-magazine

ماہنامہ کوثر ON LINE کا LINK

حدیث نبوی ﷺ

غصہ کی ممانعت

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، أَنَّ رَجُلًا قَالَ لِلنَّبِيِّ ﷺ:

أَوْصِنِي، قَالَ: ((لَا تَغْضَبْ))

فَرَدَّدَ مَرَارًا، قَالَ:

لَا تَغْضَبْ (صحیح بخاری)

سیدنا ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے نبی کریم ﷺ

کی خدمت میں عرض کیا: آپ مجھے وصیت فرمائیں۔

آپ نے فرمایا:

”غصہ نہ کیا کرو!“ اُس نے بار بار اپنا سوال دہرایا۔

آپ ﷺ نے ہر بار یہی جواب دیا کہ

”غصہ نہ کیا کرو!“

اس شمارے میں

5	☆ لوج جبیں تازہ کریں!	☆ ام عائشہ
7	☆ تو ہی سنتا ہے شکستہ دل کی آواز	☆ ام حبیبہ
8	☆ جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا	☆ احمد ندیم قاسمی
9	☆ حسن تہذیب اور حسن سلوک	☆ ڈاکٹر اسرار احمد
14	☆ نبی اکرم ﷺ کی نصیحتیں	☆ محمد رفیق اکرم
15	☆ حکمت و مصلحت پر مبنی خطاب	☆ حفصہ عثمان
17	☆ سیدنا صہیب رضی	☆ ابن عزیز
23	☆ مسیلہ کذاب	☆ رفعت خواجہ
27	☆ توحید کے متوالے نوجوان	☆ سید طارق حسین شاہ
31	☆ چھوٹا جہنم اور چھوٹی جنت	☆ غازی محمد اسحاق
34	☆ دوسرا رخ	☆ محمد عبدالرحمن
35	☆ 23 مارچ: ایک عہد کی تکمیل	☆ سراج الحق سید
38	☆ خلافت راشدہ	☆ مرسلہ: عذہ عدنان
39	☆ شیطان کے آنسو	☆ مریم خنساء
43	☆ قدر آ رام کی وہ کیا جانے!	☆ محمد ابراہیم
45	☆ نیک صحبت کے اثرات	☆ فیض الحق حامد
49	☆ راہ راست اور صبر و مصابرت	☆ صائمہ حسن
51	☆ توبہ کی قیمت	☆ سعید راشد
53	☆ ممتاز شفا خانہ	☆ مدر کلیم سبحانی
55	☆ مچھلی: ایک مفید غذا	☆ رضوان اکبر
57	☆ صحت مند زندگی کے 3 راز	☆ حکیم عزیز الرحمن
59	☆ ایک آن جانا خوف!	☆ ضرفام راجہ
62	☆ آہ! ڈاکٹر محمد رشید رندھاوا	☆ ڈاکٹر محمد مزمل احسن شیخ
64	☆ Congregational Prayer	☆ انتخاب: عائشہ خواجہ

آپس کی باتیں

لوچ جبیں تازہ کریں!

ام عائشہ

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ یہود کی نسبت فرماتے ہیں کہ وہ ایسے گدھے کی طرح ہیں جس کے اوپر کتابیں لاد دی گئی ہیں۔ یعنی یہود کو تورات عطا کی گئی مگر انہوں نے اس سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ نہ تو ان کی سوچ بدلی اور نہ ہی عمل۔ یہ تو گدھے سے بھی بدتر ہیں، اس لیے کہ گدھا تو سمجھ بوجھ اور ارادہ و عمل کا اختیار نہیں رکھتا اس لیے معذور ہے۔ اس کے مقابلے میں یہود سو جھ بوجھ رکھتے ہیں، تورات پڑھتے پڑھاتے ہیں، اس کے معنی سے ناواقف نہیں ہیں۔ پھر بھی یہ اس کی ہدایات سے جان بوجھ کر انحراف کر رہے ہیں۔

یہود کے لیے بیان کردہ گدھے کی اس تمثیل میں ہم مسلمانوں کے لیے بھی ایک سبق ہے۔ یہودیوں نے تورات پر عمل کرنے سے گریز کیا اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو ماننے سے عملاً انکار کیا تو اللہ تعالیٰ نے انہیں گدھے کے ہم پلہ قرار دیا۔ وہ راندہ درگاہ بن گئے۔ ان پر طرح طرح کے عذاب ٹوٹے اور آخرت میں بھی انہیں دردناک عذاب کی نوید سنائی گئی۔ اسی طرح آج ہم مسلمان بھی قرآن مجید سے رُوگردانی کے مرتکب ہو رہے ہیں۔ ہم عملی طور پر اس کے احکامات اور تعلیمات کو ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔ اس کے مطابق نہ تو اپنی انفرادی زندگی کو استوار کیا اور نہ ہی اپنی اجتماعی زندگی میں اس کی عمل داری قائم کی۔ اکثر نے اس کی تلاوت و فہم کی کوشش بھی ترک کر دی۔ ای کے باعث روزِ قیامت رسول پاک ﷺ اپنی ہی امت کے خلاف اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں استغاثہ دائر کریں گے:

”اے میرے رب! میری قوم نے اس قرآن کو چھوڑی ہوئی چیز

بنادیا۔“ (الفرقان: 30)

کیا ہم اس استغاثہ رسولؐ کا سامنا کر سکیں گے؟ اور پھر یہ بھی سوچے کہ کیا تارک قرآن ہو کر ہم بھی تو یہود کی طرح گدھوں کے مشابہ نہیں ہو چکے؟ مسجدیں بھی نمازیوں سے خالی ہیں۔ گویا عسکر کشی نے کر دیے دھندلے نقوش بندگی! اس کا علاج کیا ہے؟ آؤ سجدے میں گریں اور لوحِ جبین تازہ کریں۔ مسجد سے تعلق استوار ہوگا تو اللہ تعالیٰ اور اس کی کتاب سے بھی تعلق قائم ہوگا۔ ہمارے شہروں اور گاؤں میں مسجدوں کا جال بچھا ہوا ہے جہاں سے اُن پڑھ بھی اسلامی تعلیمات سے باخبر ہو کر باعمل مسلمان بن سکتے ہیں۔ ان شاء اللہ!

☆.....☆.....☆

☆ معاشرے میں انصاف نہ ہو تو ظلم و زیادتی بڑھ جاتی ہے۔
☆ اچھے اعمال، اچھے دوست اور اچھی کتابیں کبھی نہ کبھی آپ کو بھی اچھا بنا دیں گی۔
☆ بغیر کسی فائدے کے لوگوں کا احترام کرنا بہت بڑی خوبی ہے۔
☆ تنہائی میں اپنا محاسبہ کرنا دنیا ہی نہیں آخرت بھی سنوار دیتا ہے۔
☆ دین سے دُوری تو ہمت کو جنم دیتی ہے۔

حمد

تو ہی سنتا ہے شکستہ دل کی صدا

ام حبیبہ

مرا ایمان ہے، میرے اللہ تیرے سوا
کوئی داتا نہ کوئی دوسرا مشکل کشا
سب تیرے بندے ہیں، تو معبود اور معبود ہے
سب تیرے محتاج ہیں، کیا اولیاء کیا انبیاء!
ذره ذرہ، پتا پتا تیری صنعت کا گواہ
بلبل و قمری ہیں تیری حمد میں نغمہ سرا
تیری خلاقی کا مظہر، تیری قدرت کی دلیل
عالم کون و مکاں از ابتدا تا انتہا
کون ہے تیرے سوا بندہ نواز و دست گیر؟
تو ہی سنتا ہے شکستہ دل کی صدا
بزم ہستی کیا ہے؟ تیرے حرف ”کن“ کی ہے نمود
اک اشارے سے تیرے قائم ہوئے ارض و سماء
ذره ذرہ کہہ رہا ہے اشہد ان لا اله
پتے پتے کی زبان ہے اور حمد کبریا

☆.....☆.....☆

جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا

احمد ندیم قاسمی

کچھ نہیں مانگتا شاہوں سے یہ شیدا تیرا
اس کی دولت ہے فقط نقش کف پا تیرا
پورے قد سے جو کھڑا ہوں تو یہ تیرا ہے کرم
مجھ کو جھکنے نہیں دیتا ہے سہارا تیرا
دست گیری مری تنہائی کی تو نے ہی تو کی
میں تو مر جاتا اگر ساتھ نہ ہوتا تیرا
لوگ کہتے ہیں کہ سایہ ترے پیکر کا نہ تھا
میں تو کہتا ہوں جہاں بھر پہ ہے سایہ تیرا
تجھ سے پہلے کا جو ماضی تھا ہزاروں کا سہی
اب جو تاحشر کا فردا ہے وہ تنہا تیرا
ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

☆.....☆.....☆

اربعین نووی

حدیث: 17

حسن تہذیب اور حسن سلوک

ڈاکٹر اسرار احمدؒ

عَنْ أَبِي يُعْلَى شَدَّادِ بْنِ أَوْسٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، عَنْ رَسُولِ اللَّهِ ﷺ قَالَ :
إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ ، فَإِذَا قُتِلْتُمْ فَاحْسِنُوا
الْقِتْلَةَ ، وَإِذَا ذُبْتُمْ فَاحْسِنُوا الدَّبْحَةَ ، وَلْيُحَدِّثْ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ ،
وَلْيُيْرِحْ ذَبِيحَتَهُ (صحیح مسلم)

سیدنا ابو یعلیٰ شداد بن اوسؓ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپؐ
نے فرمایا:

”بے شک اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم
دیا ہے۔ پس جب تم قتل کرو تو اچھے طریقے سے قتل کرو اور جب
ذبح کرو تو بھی اچھے طریقے سے ذبح کرو۔ تمہیں چاہیے کہ اپنی
چھری کو خوب تیز کر لو اور ذبیحہ کو راحت پہنچاؤ۔“

ہر چیز پر ”احسان“ کا لزوم

عام طور پر ہمارے ذہن میں احسان کا مفہوم یہ آتا ہے کہ کسی کے ساتھ کوئی
اچھا برتاؤ کرنا، کسی پر کوئی احسان کرنا وغیرہ۔ اردو میں یہ لفظ صرف اسی معنی میں
مستعمل ہے لیکن عربی میں اس لفظ کے اور بھی کئی معانی ہیں۔ قرآن مجید میں یہ

لفظ زیادہ تر بطور اصلاح آیا ہے اور اس کے معنی ہیں: انتہائی خوب صورتی کے ساتھ کسی کام کو انجام دینا۔ چنانچہ احسانِ اسلام کا مفہوم یہ ہوگا کہ کسی شخص کا اسلام بہت خوب صورت ہو جائے، دل فریب ہو جائے، اس میں خوبیاں موجود ہوں، اس کے اندر روشنی پائی جائے، تو یہ گویا اسلام کا احسان ہو گیا۔

زیر مطالعہ حدیث میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد نقل ہوا ہے: **إِنَّ اللَّهَ كَتَبَ الْإِحْسَانَ عَلَى كُلِّ شَيْءٍ** ”بے شک اللہ تعالیٰ نے واجب کر دیا ہے ہر شے میں احسان کو۔“ یعنی جو کام بھی کرو دل لگا کر، خوب صورت سے خوب صورت انداز میں اور اچھے سے اچھے طریقے پر کرو تا کہ بہتر سے بہتر نتائج حاصل ہو سکیں۔ دنیوی کام ہو تو اس کے اندر بھی دل لگانا چاہیے، نیم دلی کے ساتھ کوئی کام نہیں کرنا چاہیے۔ حلال ذریعے سے کمانا ہے تو دل لگا کر اور محنت سے کماؤ، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، بلکہ اس حوالے سے تو حضور اکرم ﷺ نے یہاں تک فرمادیا:

اَلتَّاجِرُ الصَّدُوْقُ الْاَمِيْنُ مَعَ النَّبِيِّنَ وَالصَّالِحِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ

”امانت دار سچا تاجر (قیامت کے دن) انبیاء، صدیقین اور شہداء

کے ساتھ ہوگا۔“

اس اعتبار سے دنیا کا کام بھی عمدگی سے کرنا چاہیے۔ جب آپ دنیا کا کام بھی دین کے طریقے پر کر رہے ہوں اور آپ کا اصل مقصود و مطلوب آخرت ہی ہو تو پھر وہ دنیا، دنیا نہیں رہتی بلکہ عین دین اور عین عبادت بن جاتی ہے۔ ایسے میں اگر کوئی شخص حلال کمائی کی کوشش کر رہا ہے تو وہ بھی ایک عبادت قرار پائے گی اور باعثِ ثواب ہوگی، اس لیے کہ اُس نے اپنے نفس کا ایک حق جائز طریقے سے

ادا کیا۔ نفس کے حقوق کے ضمن میں رسول اکرم ﷺ کا یہ فرمان بہت مشہور ہے: **إِنَّ نَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا** ”یقیناً تمہارے نفس کا بھی تم پر حق ہے۔“

اسلام، ایمان اور احسان

احسان کے حوالے سے حدیث جبریل میں جو تین بنیادی اصطلاحات یعنی اسلام، ایمان اور احسان آئی ہیں وہ ایک اعتبار سے نیچے سے اوپر کا درجہ ہے، بایں طور کہ اسلام سے اوپر ایمان کا درجہ ہے اور ایمان سے اوپر احسان کا جبکہ ایک اعتبار سے وہ اوپر سے نیچے جا رہا ہے یعنی اسلام میں ایمان ابھی صرف اقرار باللسان تک ہے۔ ایمان میں وہ گہرا ہو کر نیچے قلب کی گہرائیوں میں اتر جاتا ہے اور احسان میں وہ یقین اتنا گہرا ہو جاتا ہے جس کا ہم تصور بھی نہیں کر سکتے۔

یہ دل جو گوشت کے ایک ٹوٹھڑے کی صورت میں نظر آ رہا ہے، جسمانی دل ہے جبکہ روحانی دل جو حقیقت میں روح کا مسکن ہے، اس کا ہم اندازہ بھی نہیں کر سکتے اس لیے کہ اس دل میں اللہ سما جاتا ہے۔ ایک حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

”میں نہ تو اپنی زمین میں سما سکتا ہوں اور نہ اپنے آسمان میں“

لیکن میں اپنے بندہ مؤمن کے دل میں سما جاتا ہوں۔“

چونکہ اس دل کا گہرا تعلق ذاتِ باری تعالیٰ کے ساتھ ہے، لہذا اس کی گہرائی کا اندازہ ہی نہیں کیا جاسکتا۔ اس اعتبار سے ایمان گہرا سے گہرا ہو کر جب اس انتہا کو پہنچ جائے کہ ایمان بالغیب ایسے ہو جائے جیسے کسی شے کو اپنی آنکھوں کے دیکھنے سے ایمان و یقین پیدا ہوتا ہے، تو وہ احسان ہے۔

نماز کی مثال لیجیے۔ ایک مسلمان نے رکوع کیا ہے، قیام کیا ہے، سجدہ کیا ہے جبکہ دل کسی اور دھندے میں مگن ہے، دماغ کی چکی کچھ اور ہی آٹا پیس رہی ہے تو فقہی اعتبار سے اگرچہ نماز ہوگئی اور اسلام کا تقاضا پورا ہو گیا لیکن اسی نماز میں اگر یقین قلب کی کیفیت پیدا ہو جائے تو اس میں خوب صورتی اور حسن پیدا ہو جائے گا اور یہ ”احسان الصلاة“ ہو جائے گا۔ یہ گویا نماز کو خوب صورت بنا دینا ہے۔ اگر معاملہ اس سے بھی اوپر چلا جائے، یعنی ایمان و یقین اتنا گہرا ہو جائے اور کیفیت ایسی ہو جائے کہ گویا تم اللہ کو دیکھ رہے ہو یا کم سے کم تمہیں یہ یقین ہو کہ میں اللہ کے حضور میں ہوں اور اللہ مجھے دیکھ رہا ہے، پھر ایسی نماز کی کیفیت وہ ہوگی جسے ”الصلاة معراج المؤمنین“ کے الفاظ سے تعبیر کیا گیا ہے کہ نماز تو اہل ایمان کے لیے معراج کے درجے میں ہے۔ یہ اصل میں نماز کے درجات ہیں۔ ظاہری شکل تو نماز کی وہی رہے گی لیکن یقین کی کیفیت کے درجات کی وجہ سے زمین آسمان کا فرق واقع ہو جائے گا۔

حسن تہذیب اور اس کی چند مثالیں

زیر مطالعہ حدیث کے ابتدا میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں خوب صورتی اور اچھا انداز اختیار کرنا واجب قرار دیا ہے۔ یہ چیز اسلامی معاشرے میں ایک خاص قسم کی تہذیب سے پیدا ہوتی ہے جسے ”تہذیب نفس“ کہتے ہیں، یعنی ہر کام کو کرنے میں بہتر سے بہتر شکل اختیار کرنے کی کوشش کرنا۔ اسی سے معاشرے میں خوبیاں پروان چڑھتی ہیں اور اسی سے بھلائیوں کی ترقی ہوتی ہے۔

آگے رسول اللہ ﷺ نے احسان اور حسن تہذیب کی چند مثالیں بیان کرتے ہوئے فرمایا: **فَإِذَا قَلْتُمْ فَاحْسِنُوا الْقِتْلَةَ** ”پس اگر تم کسی کو قتل کرو تو عمدگی کے ساتھ قتل کرو۔“ یہ نہ ہو کہ مارنا کہیں تھا مگر اناڑی پن کی وجہ سے وار کہیں پڑ رہا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جلا دیک پیشہ ہے اور یہ ہر کسی کے بس کا روگ نہیں ہے۔ اگر کسی کو سزا کے طور پر قتل کیا جانا ہے تو یہ قتل کرنا بھی ایسے ہو کہ ایک ہی وار میں گردن دھڑ سے الگ ہو جائے اور اس کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ درحقیقت ان سزاؤں میں مجرم کو تکلیف دینا مقصود نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سزائیں دنیا والوں کے لیے عبرت کے طور پر رکھی ہیں کہ لوگ اس کو دیکھ کر سبق حاصل کریں اور معاشرے سے ناحق قتل کا خاتمہ ہو جائے۔

دوسری مثال آپ نے یہ بیان فرمائی: **وَإِذَا ذَبَحْتُمْ فَاحْسِنُوا الذَّبْحَةَ** ”اور جب (کسی جانور کو) ذبح کرنے لگو تو بڑی خوب صورتی کے ساتھ ذبح کرو۔“ آگے اس کی مزید وضاحت کر دی: **وَلْيُحِدَّ أَحَدُكُمْ شَفْرَتَهُ وَلْيُرِحْ ذَبِيحَتَهُ** ”اور تم میں سے ایک شخص (جو ذبح کر رہا ہو) کو چاہیے کہ وہ اپنی چھری کو تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام پہنچائے۔“ اگر آپ کی چھری کاٹ ہی نہیں رہی تو یہ اس جانور پر ظلم ہے اور اس سے منع کیا گیا ہے۔ بکری کا گوشت آپ نے کھانا ہے وہ آپ کے لیے حلال اور جائز ہے لیکن اس بکری کو ذبح کرتے ہوئے یہ دھیان رہے کہ اسے کم سے کم تکلیف ہو!

☆.....☆.....☆

نبی اکرم ﷺ کی نصیحتیں

محمد رفیق اکرم

رسول اکرم ﷺ نے نوجوان صحابی معاذ بن جبلؓ کو درج ذیل دس باتوں کی وصیت فرمائی:

- 1- شرک نہ کرنا خواہ کوئی تجھے قتل کر دے یا جلادے
- 2- والدین کو تکلیف نہ پہنچانا
- 3- فرض نماز کبھی ترک نہ کرنا
- 4- شراب نہ پینا
- 5- گناہ میں مبتلا نہ ہونا
- 6- جہاد میں پیٹھ پھیر کر نہ بھاگنا
- 7- کسی علاقے میں بیماری کی وبا پھوٹ پڑے تو ثابت قدم رہنا
- 8- اولاد کے ساتھ اچھا سلوک کرنا
- 9- اولاد کو ادب سکھانا
- 10- اولاد کے دل میں اللہ کا خوف پیدا کرنا

(مسند امام احمد)

☆.....☆.....☆

حکمت و مصلحت پر مبنی خطاب

حصہ عثمان

غزوہ حنین کے بعد آپؐ جعرانہ تشریف لائے جہاں غنیمت کا بے شمار ذخیرہ تھا۔ مالِ غنیمت کے پانچ حصے کیے گئے۔ چار حصے تو ضابطے کے مطابق فوج کے اہل کاروں میں تقسیم کر دیے گئے جبکہ پانچواں حصہ بیت المال اور غرباء و مساکین کے لیے رکھا گیا۔

مکہ کے اکثر رؤساء جنہوں نے حال ہی میں اسلام قبول کیا تھا، ابھی تک تذبذب کی حالت میں تھے۔ انہی کو قرآن مجید میں ”مؤلفۃ القلوب“ کہا گیا ہے۔ حضور ﷺ نے ان لوگوں کو نہایت فیاضی کے ساتھ انعامات دیے۔ مکہ کے امراء اور جدید الاسلام لوگوں پر انعام کی بارش سے انصار کو رنج ہوا۔ بعض انصار نے کہا: ”رسول اللہ ﷺ نے قریش کو انعام دیا اور ہمیں محروم رکھا حالانکہ ہماری تلواروں سے اب تک قریش کے خون کے قطرے ٹپکتے ہیں۔“ بعض نے یہاں تک کہا کہ مشکلات میں ہماری یاد آتی ہے اور غنیمت اوروں کو ملتی ہے۔

آنحضرت ﷺ نے یہ چرچے سنے تو انصار کو طلب فرمایا اور ان سے پوچھا: ”کیا تم نے ایسا کہا؟“ انہوں نے عرض کی: ”حضور ﷺ! ہمارے ذمہ داران اور نمائندہ لوگوں میں سے کسی نے یہ نہیں کہا۔ چند نوجوانوں نے اس قسم کے فقرے کہے تھے۔“ یہ سن کر آپؐ نے انصار سے یوں خطاب فرمایا:

”کیا یہ سچ نہیں کہ تم پہلے گمراہ تھے، اللہ نے میرے ذریعے تم کو ہدایت دی؟ تم میں اتحاد نہیں تھا، اللہ نے میرے ذریعے تم میں اتفاق پیدا کیا؟ تم مفلس تھے، اللہ تعالیٰ نے میری برکت سے تمہیں دولت مند کیا؟“

آپؐ ایسا فرماتے جاتے تھے اور انصار ہر جملے پر یہی کہتے جاتے کہ: ”اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا احسان سب سے بڑھ کر ہے۔“ آپؐ نے فرمایا: ”نہیں! تم یہ جواب دو کہ اے محمد (ﷺ) تجھ کو جب لوگوں نے جھٹلایا تو ہم نے تیری تصدیق کی۔ تجھ کو جب لوگوں نے چھوڑ دیا تو ہم نے پناہ دی۔ تو مفلس آیا، ہم نے ہر طرح سے مدد کی۔ تم یہ جواب دیتے جاؤ اور میں یہ کہتا جاؤں گا کہ تم سچ کہتے ہو۔ لیکن اے انصار! کیا تم یہ پسند کرو گے کہ لوگ اونٹ اور بکریاں لے کر جائیں اور تم محمد (ﷺ) کو لے کر اپنے گھر آؤ؟“

انصار بے اختیار چیخ اٹھے کہ: ”ہم کو صرف محمد (ﷺ) چاہئیں۔“ اکثر کا یہ حال تھا کہ روتے روتے داڑھیاں تر ہو گئیں۔ اس کے بعد آپؐ نے انصار کو سمجھایا کہ مکہ کے لوگ نئے نئے اسلام میں داخل ہوئے ہیں۔ میں نے جو کچھ ان کو دیا، حق کی بنیاد پر نہیں بلکہ محض تالیفِ قلب کے لیے دیا۔

☆.....☆.....☆

صحابۃ کرام

سیدنا صہیب رومی رضی اللہ عنہ

ابن عزیز

سیدنا صہیبؓ کا روم کی طرف انتساب ایک عجیب و غریب واقعہ ہے جو کہ تاریخ کے اوراق میں ہمیشہ محفوظ رہے گا اور مورخین اسے نہایت دلچسپی سے بیان کرتے رہیں گے۔ یہ بعثت نبویؐ سے دو سال پہلے کی بات ہے۔ بصرہ سے ملحقہ قدیمی شہر ابلہ کا گورنر سنان بن مالک نمیری تھا۔ اس کی تقرری شاہ ایران کے ایما پر کی گئی تھی۔ اسے اپنی اولاد میں سب سے زیادہ پیارا اپنے پانچ سالہ بچے صہیبؓ کے ساتھ تھا۔

صہیبؓ خوب صورت اور سنہری بالوں والا دلکش بچہ تھا۔ اس کی آنکھوں سے فطانت، ذہانت اور شرافت ٹپکتی تھی۔ ہر وقت خوش و خرم رہتا۔ طبیعت میں خوش دلی و خوش مزاجی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ اسے دیکھتے ہی باپ کا دل خوشی سے لبریز ہو جاتا اور تمام تھکاوٹ آن واحد میں کافور ہو جاتی۔

ایک دفعہ گورنر کی اہلیہ نے اپنے خدام اور حفاظتی دستے کے ہمراہ اپنے بیٹے صہیبؓ کو لے کر سیر و سیاحت کی غرض سے عراق کے نہایت خوب صورت مقام شمش کا رخ کیا۔ ابھی یہ وہاں پہنچی ہی تھیں کہ روم کے لشکر نے اس بستی پر حملہ کر دیا۔ ان کے تمام حفاظتی دستے کو قتل کر دیا، سب مال و متاع چھین لیا اور بچوں کو قیدی بنا لیا۔ ان قیدیوں میں سیدنا صہیبؓ بھی تھے۔ انہیں روم لے جا کر غلاموں کی منڈی میں بیچ ڈالا گیا۔ فروخت ہوتے ہوئے وہ ایک آقا سے دوسرے آقا کی طرف

منتقل ہونے لگے۔ وہ ان ہزاروں غلاموں میں سے ایک تھے جن سے روم کے محلات بھرے پڑے تھے۔

اس طرح سیدنا صہیبؓ کو رومی معاشرے کے داخلی حالات گہری نظر سے دیکھنے کا موقع ملا۔ ان کے محلات میں منکرات و فواحش کی گرم بازاری پختہ خود دیکھی۔ جب انہوں نے کمزور و ناتواں لوگوں پر ڈھائے جانے والے مظالم کا مشاہدہ کیا تو ان کے دل میں رومی معاشرے کے خلاف شدید نفرت کے جذبات بھڑک اٹھے۔ وہ اپنے دل میں کہا کرتے کہ اس معاشرے کو کوئی ہول ناک طوفان ہی پاک کر سکتا ہے۔ سیدنا صہیبؓ غلام کی حیثیت سے روم میں پرورش پانے لگے اور اسی سرزمین میں پل کر جوان ہوئے۔ آپ عربی زبان قریباً بھول گئے تھے لیکن یہ احساس بدستور قائم رہا کہ میں عربی النسل ہوں اور صحرائی باشندوں کی اولاد ہوں۔ انہیں اپنی قوم سے جاننے کا شوق بدستور قائم رہا اور سرزمین عرب کی زیارت کا شوق اس پر مستزاد۔ ایک دفعہ انہوں نے کسی نصرانی نجومی کو اپنے آقا کے ساتھ باتیں کرتے ہوئے سنا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ عنقریب جزیرہ نمائے عرب کے شہر مکہ میں ایک نبی کا ظہور ہونے والا ہے جو حضرت عیسیٰ بن مریمؑ کی نبوت کی تصدیق کرے گا اور لوگوں کو جہالت کی تاریکیوں سے علم کی روشنی کی طرف نکال لائے گا۔ ایک روز سیدنا صہیبؓ کو غلامی کی زنجیر توڑ کر بھاگ نکلنے کا موقع میسر آیا۔ آپ نے مکہ معظمہ کا رخ کیا اور یہاں پہنچ کر مستقل رہائش اختیار کر لی۔ زبان کی لکنت اور سنہری بالوں کی وجہ سے باشندگان مکہ آپ کو صہیبؓ رومی کے نام سے پکارنے لگے۔

سیدنا صہیبؓ نے مکہ مکرمہ کے ایک سردار عبداللہ بن جدعان سے مل کر

تجارت شروع کی۔ اس میں بہت نفع ہوا اور تھوڑے ہی عرصہ میں بہت سامان جمع ہو گیا۔ تجارتی مصروفیات کے باوجود سیدنا صہیبؓ کو نصرانی نجومی کی بات نہ بھولی۔ وہ اکثر اپنے دل میں سوچا کرتے کہ مجھے کب اس نبی کی زیارت کا شرف حاصل ہوگا! تھوڑے ہی عرصے بعد ان کو اس سوال کا جواب مل گیا!

ایک روز سیدنا صہیبؓ تجارتی سفر سے مکہ واپس تشریف لائے تو انہیں یہ اطلاع ملی کہ سیدنا محمد ﷺ نے نبوت کا دعویٰ کر دیا ہے۔ آپ لوگوں کو توحید باری تعالیٰ اور ایمان کی دعوت دیتے ہیں۔ عدل و انصاف، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین کرتے ہیں۔ فواحش و منکرات سے اجتناب کی ہدایت کرتے ہیں۔ سیدنا صہیبؓ نے نبی اکرم ﷺ کی رہائش کے بارے میں جاننے کی کوشش کی۔ انہیں بتایا گیا کہ آپ صفا کے پاس دارِ ارقم میں مقیم ہیں۔ ساتھ ہی احتیاط برتنے کا کہا گیا کہ کہیں قریش تمہیں ادھر جاتے ہوئے دیکھ نہ لیں۔ اگر انہیں معلوم ہو گیا تو تمہارا جینا دو بھر کر دیں گے۔ تم یہاں غریب الوطن ہو۔ ادھر تمہارا کوئی خاندان نہیں جو مصیبت کے وقت کام آسکے۔

سیدنا صہیبؓ مقامی لوگوں سے نظریں بچاتے ہوئے تاروں کی روشنی میں دارِ ارقم کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو دیکھا کہ سیدنا عمار بن یاسرؓ پہلے سے دروازے پر کھڑے ہیں۔ ان کے ساتھ پہلے سے شناسائی تھی۔

سیدنا صہیبؓ نے کہا کہ میں دارِ ارقم میں داخل ہو کر اس شخص سے ملنا چاہتا ہوں جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے اور اپنے کانوں سے ان کا پیغام سننے کا مشتاق ہوں۔ سیدنا عمارؓ بولے کہ میرا بھی یہی ارادہ ہے۔ چنانچہ دونوں حضرات رسول اکرم ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے۔ آپ کے ارشادات سننے تو نور

ایمان سے سینے منور ہو گئے۔ دونوں نے آپؐ کے ہاتھ پر بیعت کی اور کلمہ طیبہ پڑھتے ہوئے دائرہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ دن بھر سرچشمہ اسلام سے سیراب اور ہادی برحق سے فیض یاب ہوتے رہے۔ اہالیان مکہ نیند کی آغوش میں محو استراحت ہوئے تو دونوں رات کی تاریکی میں وہاں سے نکلے۔

سیدنا صہیبؓ رومی نے قریش کی جانب سے ڈھائے جانے والے مظالم نہایت صبر و تحمل سے برداشت کیے۔ آپؐ جانتے تھے کہ جنت کا راستہ مصائب و تکالیف سے اٹا ہوا ہے۔ جب صحابہ کرام کو مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کا حکم دیا گیا تو سیدنا صہیبؓ نے بھی مکہ چھوڑنے کا پختہ ارادہ کر لیا۔ قریش کو ان کے اس ارادے کا علم ہوا تو انہوں نے جاسوس مقرر کر دیے تاکہ وہ مکہ کی حدود سے باہر نہ جاسکیں۔ سیدنا صہیبؓ رومی ہجرت کے لیے مسلسل موقع کی تلاش میں رہے کیونکہ جاسوسوں کی آنکھیں ہمیشہ ان کے تعاقب میں رہتی تھیں۔ بالآخر ایک رات وہ مکہ سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ ابھی تھوڑی ہی دور گئے ہوں گے کہ نگرانی پر متعین لوگ گھوڑوں پر سوار ہو کر سرپٹ دوڑے اور آپؐ کے قریب پہنچ گئے۔ جب آپؐ نے ان کی آہٹ سنی تو ایک ٹیلے پر کھڑے ہو گئے، ترکش سے تیر نکالا اور کمان پر چڑھا کر کہنے لگے:

”اے قریش! تم جانتے ہو کہ میں سب سے بڑھ کر تیر انداز ہوں اور میرا نشانہ کبھی خطا نہیں جاتا۔ خدا کی قسم! تم مجھ تک اس وقت تک نہیں پہنچ سکتے جب تک کہ میں تمہارے اتنے آدمی قتل نہ کر دوں جتنے میری ترکش میں تیر ہوں۔ تیر ختم ہو گئے تو میں اپنی تلوار سے تمہاری گردنیں اڑانا شروع کر دوں گا اور یہ معرکہ آرائی اس وقت تک جاری رہے گی جب تک میرے بازوؤں میں طاقت ہے۔“

آپؐ کی جرأت مندانہ بات سن کر قریش میں سے ایک شخص بولا: ”لات و عزریٰ کی قسم! ہم تمہیں یہاں سے جانے نہیں دیں گے۔ جب تم یہاں آئے تو مفلس و قلاش تھے، لیکن تھوڑے ہی عرصے میں دولت مند ہو گئے۔ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہاں سے حاصل کردہ مال تم اپنے ساتھ لے جاؤ اور ہم دیکھتے رہ جائیں۔“

آپؐ نے اس کی بات سن کر ارشاد فرمایا: ”جاؤ میرے گھر کے فلاں کونے میں خزانہ چھپا ہوا ہے، جا کر نکال لو۔“ یہ سن کر وہ سب واپس لوٹ گئے۔ اب آپؐ اطمینان سے مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

جب آپؐ وادی قبا میں پہنچے تو رسول اکرم ﷺ وہاں موجود تھے۔ انہیں دیکھ کر آنحضرت ﷺ بہت خوش ہوئے اور فرمایا: ”ابو یحییٰ! سودا نفع بخش رہا۔“

آپؐ نے یہ جملہ تین مرتبہ دہرایا۔ سیدنا صہیبؓ کا چہرہ خوشی سے تمتما اٹھا اور عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! بخدا مجھ سے پہلے تو آپؐ کے پاس کوئی نہیں آیا۔ یقیناً یہ خبر جبریلؑ نے ہی دی ہوگی۔“

بلاشبہ یہ سودا نفع بخش رہا، کیونکہ وحی الہی نے اس کی تصدیق کر دی۔ جبریلؑ سیدنا صہیبؓ کے بارے میں یہ آیت لے کر آئے:

”اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے جو بیچ دیتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا کے لیے۔ اور اللہ اپنے ایسے بندوں کے حق میں بہت شفیق ہے۔“ (البقرہ: 207)

سیدنا صہیبؓ رومی کے لیے یہ حسن انجام بھی خوب ہوا!

اسلامی معاشرے میں خواتین کا کردار

امین احسن اصلاحی

ہماری اصل دولت عورتوں ہی کے پاس ہے۔ نسلیں ان ہی کی تحویل میں ہیں۔ ان کا بٹھایا ہوا نقش قبر تک کھرچنے کے باوجود نہیں مٹتا، خواہ وہ نقش باطل بٹھائیں یا نقش حق۔ وہ چاہیں تو ان کی تربیت کے فیض سے ایسے لوگ پیدا ہوں جو ہماری تاریخ کو از سر نو روشن کر دیں اور چاہیں تو اسی طرح کے لوگوں کو جنم دیں جیسے کہ آج کل کے مسلمان ہیں۔

خیال تو کیجیے کہ کبھی گنتی کے چند نفوس تھے، لیکن زمین ان کے وجود سے تھرا اٹھتی تھی۔ آج مردم شماری کے اعتبار سے مسلمانوں کی تعداد کس قدر زیادہ ہے، مگر صفحہ گنتی کو خبر تک نہیں کہ کوئی اس کی پشت پر ہے۔ ہمیں خود بتانے کی ضرورت پڑتی ہے کہ ہم موجود ہیں۔

اگر عورتیں سیدہ اسماء کے نمونے پر چلیں گی تب ہی ان فرزند ان اسلام کو پیدا کر سکیں گی جن کی موجودگی زمین کو محسوس ہوگی، اور وہ پکار کر کہے گی کہ اس کے سینے پر کوئی اللہ کا سوار ہے۔ اگر انہوں نے یہ روش اختیار نہ کی تو دنیا یوں ہی پیدا ہوتی اور مرتی رہے گی مگر وہ لوگ پیدا نہ ہوں گے جن سے اسلام کا بول بالا ہو!

☆.....☆.....☆

مسئلہ کذاب

رفعت خواجہ

مسئلہ کذاب یمامہ کا رہنے والا تھا۔ سن 10 ہجری میں یمامہ کے کچھ لوگ نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اپنی خوشی سے مسلمان ہو گئے۔ انہی میں مسئلہ کذاب بھی تھا۔ یہ وہ دور تھا کہ قریب قریب سارا عرب اسلامی حکومت کے تحت آچکا تھا اور نبی کریم ﷺ اس علاقے میں اللہ کا حکم نافذ کر رہے تھے۔

اس وقت جو لوگ آنحضرت ﷺ کی خدمت میں آتے تھے وہ آپ سے دین کی تعلیم حاصل کرتے اور قرآن سیکھتے تھے۔ یمامہ کے لوگوں کو قرآن سکھانے کے لیے آپ نے مدینہ کے مشہور قاری سیدنا ابی بن کعب کو مقرر کیا۔ لوگ ان سے قرآن سیکھتے، لیکن مسئلہ کذاب پڑاؤ پر سامان کی حفاظت کے بہانے رکا رہتا۔ یمامہ کے خوش نصیب لوگ حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام کی صحبتوں میں ایمان کی دولت لوٹتے اور مسئلہ اپنی تنہائی میں نہ جانے کیا سوچا کرتا۔ شاید اس کے ذہن میں یہ فاسد خیالات آتے کہ حضرت محمد ﷺ کو نبی ہونے سے یہ حکومت مل گئی، اگر میں بھی نبی ہونے کا اعلان کر دوں تو جس طرح حضرت محمد ﷺ کے گرد بہت سے جاں باز ساتھی ہیں، میں بھی ایسے افراد اکٹھے کر سکتا ہوں اور پھر حکومت حاصل کر سکتا ہوں۔

اللہ ہم سب کو شیطان کے وسوسوں اور اس کے پھندوں سے بچائے، لیکن مسئلہ شیطان کے چکر میں آ گیا اور جب کچھ دنوں کے بعد وطن واپس گیا تو اپنے

نبی ہونے کا اعلان کر دیا۔ اس کی قوم کے بہت سے لوگ اس کے طرف دار ہو گئے۔ اس نے نبی کریم ﷺ کو خط لکھا کہ: ”نبوت میں میں بھی آپ کا شریک ہوں اس لیے آدھا ملک قریش کا اور آدھا میرا رہے گا۔“ آنحضرت ﷺ نے اس کے خط کا جواب یوں دیا:

”بسم اللہ الرحمن الرحیم! اللہ کے رسول محمد (ﷺ) کی طرف سے یہ خط مسیلمہ کذاب کے نام ہے۔ سلام ہو اس پر جو اللہ کی ہدایت کے تابع ہو۔ اس کے بعد یہ کہ زمین اللہ کی ہے۔ وہ اپنے جس بندے کو چاہتا ہے، اس کا وارث بناتا ہے اور اللہ کی نافرمانی سے ڈرنے والوں کے لیے ہی بہتری کا انجام ہے۔“

اس خط کے کچھ عرصہ بعد نبی کریم ﷺ کا انتقال ہو گیا۔ چونکہ آپ نے اپنے خط میں مسیلمہ کو کذاب فرمایا تھا اس لیے وہ اسی نام سے مشہور ہو گیا۔ نبی کریم ﷺ کے انتقال کی خبر مشہور ہوئی تو عرب میں چاروں طرف ہل چل مچ گئی۔ نو مسلم اور کمزور ایمان رکھنے والے لوگ مرتد ہونے لگے اور بہت سے لوگوں نے اسلامی حکومت کے بیت المال میں زکوٰۃ کی رقم بھیجنے سے انکار کر دیا۔

سیدنا ابوبکر صدیق نے خلیفہ منتخب ہوتے ہی زکوٰۃ نہ دینے والوں اور مرتد ہونے والوں کی طرف توجہ کی۔ اس سلسلے میں سیدنا عکرمہ بن ابی جہلؓ کو کچھ مجاہدین کے ساتھ مسیلمہ کذاب کی طرف روانہ کیا کہ وہ اس کے سر کا خناس نکال دیں۔ سیدنا عکرمہ بن ابی جہلؓ نے یمامہ پر حملہ کر دیا، لیکن مسیلمہ کذاب نے اس اسلامی دستے کو شکست دے دی۔ یوں مسیلمہ کذاب کا اثر بہت بڑھ گیا اور اب

لوگ آ کر اس کے لشکر میں شامل ہونے لگے۔ بہت جلد اس نے چالیس ہزار کی تعداد میں فوج جمع کر لی۔ اس میں زیادہ تر ایسے لوگ تھے جو مسیلمہ کذاب کو جھوٹا سمجھتے تھے اور اس کے نبی ہونے پر ایمان نہیں لائے تھے، لیکن چونکہ وہ ان کی قوم کا آدمی تھا لہذا وہ اس کی مدد کے لیے جان و مال سے تیار ہو گئے۔

سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو اسلامی دستے کے شکست کھانے کی خبر ملی تو انہوں نے سیدنا خالد بن ولیدؓ کو مسیلمہ کذاب کے مقابلے کے لیے روانہ کیا۔ یمامہ پہنچتے پہنچتے تیرہ ہزار مجاہد اسلامی فوج میں شامل ہو چکے تھے۔ مسیلمہ کذاب اپنے باغ میں تھا اور وہیں اس نے اپنے لشکر کو ٹھہرایا تھا۔ مجروں نے اسلامی لشکر کے آنے کی خبر دی تو اس نے آگے بڑھ کر اپنی چالیس ہزار فوج کو تیرہ ہزار مسلمانوں پر حملہ کرنے کا حکم دے دیا۔ لشکر اسلام سے مرتدین کی یہ نکرذی الحجہ 11 ہجری میں ہوئی تھی۔ سیدنا خالد بن ولیدؓ نے اس حملے کو بڑی ثابت قدمی سے روکا اور پھر مجاہدین کو لے کر خود مسیلمہ کذاب کے لشکر پر پل پڑے۔ اس بار مسلمانوں کا پلہ بھاری رہا۔ دشمن فوج کے قدم اکھڑ گئے۔ اس کے سپاہی پیچھے ہٹے اور باغ میں داخل ہو گئے۔ مسلمان بھی دروازہ توڑ کر اندر گھس گئے۔

مسیلمہ کذاب کی قوم نے اس سے پوچھا: ”فتح کا وہ وعدہ کب پورا ہوگا جو تیرا خدا تجھ سے کر چکا ہے؟“ اس نے جواب دیا کہ یہ وقت ایسی باتوں کے پوچھنے کا نہیں ہے۔ ہر شخص کو چاہیے کہ اپنے اہل و عیال کے لیے لڑے۔ اس کے بعد مسیلمہ ہتھیار سجے گھوڑے پر سوار ہوا اور فوج میں آ کر جوش دلانے لگا۔ اسے دیکھ کر سیدنا خالد بن ولیدؓ نے مزید دباؤ ڈالا۔ مجاہدین دیواریں توڑ کر چاروں طرف سے باغ میں آ گئے تھے۔ یہ دیکھ کر مسیلمہ کو اپنی شکست کا یقین ہو گیا۔ اس

نے چاہا کہ چپکے سے نکل جائے لیکن سیدنا وحشیؓ نے اسے دیکھ لیا اور بڑھ کر اسے قتل کر دیا۔ اس کا منظر سے ہٹنا تھا کہ میدان صاف ہو گیا۔ کچھ دیر کے بعد دیکھا گیا تو باغ کے اندر چاروں طرف اسلامی لشکر پھیلا ہوا تھا۔

اس وقت عرب میں جتنے لوگ مرتد ہو گئے تھے اور انہوں نے اکٹھے ہو کر اسلامی لشکر سے جنگ کی تھی ان میں سب سے زبردست جنگ مسلمانوں کو مسلیمہ کذاب ہی سے لڑنا پڑی۔ اس لڑائی میں سترہ ہزار مرتد مارے گئے جبکہ ایک ہزار مسلمان شہید ہوئے۔ شہید ہونے والے مسلمانوں کی یہ تعداد بہت زیادہ تھی۔

اس زمانے میں اور بھی کچھ لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کر کے چاہا تھا کہ عروج حاصل کریں لیکن سیدنا ابوبکرؓ نے ان سب کے ساتھ نہایت سخت سلوک کیا۔ عرب میں ایک بار پھر امن و امان قائم ہوا اور چاروں طرف احکام الہی کے نفاذ کی برکتیں دیکھی جانے لگیں!

☆.....☆.....☆

☆ مشکلات میں گھبرانے سے کہیں زیادہ یہ بہتر ہے کہ انہیں دور کرنے کے بارے میں سوچا جائے۔
☆ بدترین شخص وہ ہے جس کے کردار سے تنگ آ کر لوگ اس سے ملنا چھوڑ دیں۔

☆ بُری صحبت سے بہتر ہے کہ تمہارہ لیا جائے۔

فصوص القرآن

توحید کے متوالے نوجوان

سید طارق حسین شاہ

صدیوں پہلے موجودہ اردن کے علاقے الرقیم کے چند نوجوان شرک سے بے زار ہو کر توحید کی طرف مائل ہوئے اور دین عیسوی قبول کر لیا۔ شہر کے مشرک لوگوں نے انہیں باز رکھنے کی کوشش کی لیکن وہ نہ مانے۔ بات پھیلی اور بادشاہ تک پہنچی۔ اس نے ان نوجوانوں کو بلایا اور پوچھا: ”سنا ہے کہ تم لوگوں نے دین عیسوی اختیار کر لیا ہے، کیا یہ خبر درست ہے؟“ نوجوانوں نے اقرار کیا۔ بادشاہ کو اس بے باکی پر غصہ آیا تاہم اس نے انہیں اس تنبیہ کے ساتھ چھوڑ دیا کہ سوچ لو، اگر اپنے آبائی دین کی طرف مراجعت اختیار نہ کی تو سزا دی جائے گی۔

نوجوان باہمی مشورے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ اب یہاں رہنا خطرے سے خالی نہیں۔ طے پایا کہ انہیں کسی جگہ روپوش ہو جانا چاہیے تاکہ مشرکوں کے شر سے محفوظ رہ کر عبادت الہی کر سکیں۔ چنانچہ وہ ایک غار میں جا چھے۔ وہیں اللہ کے حکم سے ان پر طویل نیند طاری ہو گئی۔ اس وسیع غار کا محل وقوع کچھ یوں ہے کہ زندگی کی بقا کا قدرتی سامان موجود ہے۔ ایک طرف دہانہ ہے تو دوسری جانب کچھ قدرتی روش دان بنے ہیں جن سے تازہ ہوا اندر آتی رہتی ہے۔ غار شمالاً جنوباً واقع ہے، اس لیے طلوع و غروب کے وقت سورج کی تپش اندر نہیں پہنچ پاتی مگر ہلکی ہلکی روشنی پہنچتی رہتی ہے۔ یعنی کچھ ایسی کیفیت تھی کہ نہ تو مکمل تاریکی ہے اور نہ ہی کھلے میدان کے مانند روشنی۔ اس ملگجے اندھیرے میں اندر کے ماحول کا نقشہ

کچھ یوں بنا کہ چند انسان موعبادت یا موحواب ہیں۔ ان کا رفیق کتاب اپنی اگلی ٹانگیں پھیلائے غار کے دہانے پر باہر کی جانب منہ کیے بیٹھا ہے۔

برسوں یہ نوجوان اسی حالت میں محفوظ رہے۔ پھر اچانک ایک انقلاب برپا ہوا۔ رومی عیسائی حملہ آور ہوئے اور علاقے پر قابض ہو گئے۔ رقیم بھی عیسائیت کی آغوش میں آ گیا۔ اب خدا کی مشیت فیصلہ کرتی ہے کہ یہ نوجوان بیدار ہوں۔ لہذا وہ جاگ کر آپس میں ایک دوسرے سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ کتنی مدت سوتے رہے! ایک نے جواب دیا کہ ایک دن، دوسرے نے کہا: شاید دن کا کچھ حصہ۔ پھر وہ کہنے لگے کہ کوئی شہر جا کر کھانا لے آئے مگر وہ یوں لین دین کرے کہ شہر والوں کو پتہ نہ چل سکے کہ وہ کون ہے اور کہاں سے آیا ہے ورنہ مصیبت آ جائے گی۔ چنانچہ ان میں سے ایک شہر گیا۔ اس نے دیکھا کہ حالات بالکل بدل چکے ہیں۔ اسے نئے لوگ اور نئے انداز و اطوار دکھائی دیے۔ وہ ڈرتے ڈرتے ایک نان بائی کی دکان پر پہنچا اور کھانے پینے کی کچھ چیزیں خریدیں۔ جب قیمت ادا کرنے لگا تو نان بائی نے دیکھا کہ سکہ تو بہت قدیم زمانے کا ہے۔ حیران ہو کر اس نے پوچھا: یہ تمہیں کہاں سے ملا؟ اب یہ نہیں چلتا۔ یوں سوال و جواب ہوئے تو آخر بات کھل گئی کہ وہ نوجوان قدیم زمانے سے تعلق رکھتا ہے۔

اصل حقیقت کا علم ہونے پر لوگوں نے اس عجیب معاملے میں بہت دل چسپی لی۔ جب نوجوان کو علم ہوا کہ اب یہاں دین عیسوی پھیل چکا ہے تو بہت خوش ہوا، مگر اس نے یہی پسند کیا کہ وہ اور اس کے رفقاء دنیا کی نگاہوں سے الگ رہ کر یاد الہی میں زندگی گزار دیں۔ اس نے کسی طرح مجمع سے جان چھڑا کر پہاڑ کی راہ لی اور اپنے رفقاء کو سارا حال سنایا۔ سب نے مشترکہ طور پر یہ فیصلہ کیا کہ انہیں اپنی

باقی ماندہ زندگی یہیں بسر کرنی ہے اور دنیا والوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھنا۔ اُدھر شہر والوں کو ان کی جستجو کا شوق پیدا ہوا۔ تلاش بسیار کے بعد وہ غار تک پہنچے۔ لوگوں نے اصرار کیا کہ وہ سب ان کے ہمراہ چلیں اور اپنی پاک ہستیوں سے اہل شہر کو فائدہ پہنچائیں۔ مگر وہ کسی طرح آمادہ نہ ہوئے اور اپنی عمر کا باقی حصہ دنیاوی علاقے سے الگ رہ کر اسی غار میں گزارا۔ جب ان مردانِ خدا کا انتقال ہو گیا تو لوگوں نے تجویز کیا کہ غار پر ان کی کوئی یادگار قائم ہونی چاہیے۔ چنانچہ ذی اثر اور بااقتدار اشخاص نے غار کے دہانے پر ایک ہیکل تعمیر کروا دیا۔

اصحابِ کہف قرآن پاک کے احسن القصص میں سے ہے۔ یہود کی تحریک پر قریش مکہ نے ذوالقرنین کی طرح اصحابِ کہف کے بارے میں بھی نبی کریم ﷺ سے استفسار کیا تھا جس کے جواب میں سورۃ الکہف نازل ہوئی۔

کہف کے لغوی معنی پہاڑ کے اندر وسیع غار کے ہیں۔ ”رقیم“ کے بارے میں سیدنا عبداللہ بن عباسؓ سے منقول ہے کہ یہ ایلہ (عقبہ) کے قریب ایک شہر کا نام ہے، جو لادن کی بندرگاہ ہے۔ یہ واقعہ بعثت مسیح سے کچھ زمانے بعد کا ہے۔ روسیوں نے جب اسے تمدنی، سیاسی اور معاشرتی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تو اس کا نام بدل کر پٹیرا رکھا جسے عرب ”بطرا“ کہنے لگے۔ بطرا سے اردن کا قریب ترین شہر معان ہے۔ خلج عقبہ سے شمال کی جانب پہاڑوں کے دو متوازی سلسلے ملتے ہیں، جن میں سے ایک پہاڑ کی بلندی پر شہر رقیم آباد تھا۔ 1953ء میں اردن کے ایک محقق کو پتا چلا کہ معان کے قریب پہاڑ پر ایسا غار واقع ہے جس میں کچھ قبریں ہیں اور وہاں مسجد بھی بنی ہوئی ہے۔ چنانچہ وہ اپنے ساتھی کے ہمراہ غار کی تلاش میں روانہ ہوا۔ جگہ عام راستے سے ہٹ کر تھی، اس لیے کئی کلومیٹر کا دشوار گزار

راستہ طے کر کے وہ غار تک پہنچ سکے۔ اب کاروں کے لیے پہاڑ کے اوپر تک جانے کا راستہ بنا دیا گیا ہے۔ اوپر ایک کشادہ صحن ہے جس پر قدیم طرز کے کچھ ستون بنے ہوئے ہیں۔ صحن عبور کریں تو سامنے غار کا دہانہ ہے۔ وہیں فرش پر ایک چوڑے پتھر کی بنی ہوئی چوکھٹ سی ہے۔ اس غار کے اندر اترنے کے لیے تقریباً دو سیڑھیاں نیچے جانا پڑتا ہے، جہاں غار تین حصوں میں تقسیم ہو جاتا ہے۔ ایک حصہ دہانے سے شمال تک گیا ہے، دوسرا دائیں ہاتھ مشرق کی طرف اور تیسرا بائیں ہاتھ مغرب کی طرف جاتا ہے۔ مشرقی اور مغربی حصوں میں آٹھ تابوت نما قبریں ہیں۔ مشرقی حصے کی ایک قبر میں ایک چھوٹا سا سوراخ بھی ہے، جس میں سے ایک انسانی ڈھانچا صاف نظر آتا ہے۔

1961ء میں جب اس غار کی کھدائی اور صفائی کا کام شروع ہوا تو درمیانی جگہ پر ایک جانور کا جبر ا بھی پڑا ہوا ملا، جس میں ایک نوکیلا دانت اور چار داڑھیں محفوظ تھیں۔ اس بارے خیال ہے کہ یہ اصحاب کھف کے کتے کا جبر تھا۔ اسی جگہ رومی، اسلامی اور عثمانی دور کے بہت سے سکے، ٹھیکری کے برتن، پیتل کے کنگن اور انگوٹھیاں پڑی ہوئی ملی تھیں۔ اب یہ ساری اشیاء غار کی شمالی دیوار میں نصب ایک الماری میں محفوظ ہیں۔ غار جب صاف ہوئی تو پتہ چلا کہ اس کی دیواروں پر خط یونانی اور خط کوفی میں کچھ عبارات بھی لکھیں ہیں جو اب پڑھی نہیں جاسکتیں۔ اردن کے محکمہ آثار قدیمہ اور اوقاف نے اس غار کے تحفظ اور صفائی وغیرہ پر خاص توجہ دی۔ قریب ایک نئی مسجد بھی تعمیر کر دی گئی ہے۔ زائرین کی سہولت کے لیے راستہ آسان بنایا گیا ہے اور غار کے اندر کتبے بھی لگا دیے ہیں۔

نومسلم خواتین

چھوٹا جہنم اور چھوٹی جنت!

غازی محمد اسحاق

جرمنی کی ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ خاتون (اسلامی نام: رقیہ راشد) نے اسلام قبول کیا اور شادی کے بعد کراچی میں سکونت اختیار کی۔ ان سے تعارف کے سلسلے میں 1981ء میں ادارہ فلاح خواتین، لائڈھی کورنگی کے زیر اہتمام ایک پروگرام منعقد کیا گیا۔ یہ اجتماع سہ پہر تین بجے شروع ہوا۔ راول پنڈی سے آنے والی ایک خاتون نے سورۃ البقرۃ کے چوتھے رکوع کی روشنی میں شرک اور اس کی موجودہ صورتوں کے حوالے سے ایک پُر اثر درس دیا۔ اس کے بعد ادارے کی طرف سے محترمہ رقیہ راشد کو خوش آمدید کہتے ہوئے خطاب کی دعوت دی گئی۔ انہوں نے انگریزی میں اظہار خیال کرتے ہوئے کہا:

”خواتین کے اتنے بڑے اجتماع کو دیکھ کر میں بہت خوش ہوئی ہوں۔ یہ اللہ تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے مجھے آپ لوگوں میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی۔ میری پرورش یورپ میں ہوئی۔ جرمنی میرا ملک تھا، جہاں اللہ کے بجائے انسانوں کا قانون چلتا ہے۔ وہاں ماڈیٹ کا دور دورہ ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر بہت افسوس ہوا کہ پاکستان میں لوگوں کی اکثریت یورپ سے بہت متاثر ہیں۔ اپنی روزمرہ زندگی میں ان کی پیروی کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ درحقیقت پیروی صرف اس انسان کی واجب ہے جو مکمل ہو۔ بھلا نبی کریم ﷺ سے بڑھ کر مکمل شخصیت اور کس کی ہو سکتی ہے!

یورپ میں اخلاقی زوال کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص صرف اپنے بارے ہی میں سوچتا ہے۔ شادی اپنی پسند سے کرتے ہیں، اور جب ایک دوسرے سے دل بھر جاتا ہے تو علیحدگی اختیار کر کے کسی اور کو پسند کر لیتے ہیں۔ بچوں کو اپنے عیش و آرام اور آزادی کی راہ میں رکاوٹ سمجھتے ہیں۔ عورتیں سروس کے سلسلے میں دن کا بیشتر وقت گھر سے باہر رہتی ہیں تاکہ زیادہ سے زیادہ پیسے کماسکیں۔ چنانچہ بچے جلد ہی والدین سے اکتا جاتے ہیں اور بالغ ہوتے ہی گھر چھوڑ کر اپنی مرضی سے رہنے لگتے ہیں۔ وہاں ایک دوسرے پر بھروسا کرنا تقریباً ختم ہو چکا ہے۔ ان کے نزدیک دولت سے وابستگی ہی سب سے بڑا رشتہ ہے۔ ہر شخص تنہا ہے۔ خاندانی نظام بالکل تباہ ہو چکا ہے۔ ہر طرح کے جرائم عام ہیں۔ یورپ کے زیادہ تر علاقوں میں اگرچہ عیسائیت ہے لیکن لوگ اپنے مذہب سے بالکل لاتعلق ہو چکے ہیں۔ دنیا کی آسائشوں ہی کو زندگی کا حاصل تصور کرتے ہیں۔

مجھے یہاں ٹی وی نشریات دیکھنے کا بھی اتفاق ہوا۔ افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ آج پاکستانی تہذیب میں بھی یورپی رنگ نمایاں ہو رہا ہے۔ کسی طرح بھی یہ ایک اسلامی ملک کا میڈیا نہیں لگتا، خصوصاً اشتہارات دیکھ کر تو بالکل یورپ کا گمان ہوتا ہے۔ یورپ اور امریکہ میں تیار کردہ فلمیں وہاں کے معاشرے کا جو عکس پیش کرتی ہیں، اس کا حقیقت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ وہاں نہ خاندانی نظام ایسا ہے اور نہ ہی فرضی شناسی، ہمدردی اور انسانیت کے وہ معیار جیسے فلموں میں پیش کیے جاتے ہیں۔ وہ خنزیر کھاتے ہیں اور اس جیسی خصلتوں ہی کا شکار ہیں۔

اس کے برعکس اسلام ایک ایسا سیدھا راستہ دکھاتا ہے جو حقیقت سے بہت قریب ہے۔ یہ زندگی کو سنوارتا ہے۔ خاندانی نظام اسلامی معاشرت کا بنیادی

عصر ہے۔ ہمارے مذہب میں خواتین کا خصوصی طور پر بہت احترام ہے۔ بچوں کو خاص تحفظ حاصل ہے۔ مسلمان خواتین کو بلا ضرورت گھر سے باہر نکلنے سے منع کیا گیا ہے۔ اگر کسی مجبوری کے تحت کہیں جانا ہی پڑے تو پردہ لازم ہے۔ اگر غور کیا جائے تو خواتین کی عزت و ناموس کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے۔ عورت کی معاشی ذمہ داریاں مرد کے کاندھے پر ہیں جبکہ گھر میں مرد کی دیکھ بھال عورت کے ذمہ ہے۔ اسلام نے دکھ درد کو بانٹ دیا ہے جبکہ یورپ میں ہر شخص اپنی تکلیفوں کا بوجھ آپ اٹھائے پھرتا ہے۔ کسی کا کوئی پُرساں حال نہیں۔

اسلام کے بارے میں میرے احساسات بہت اچھے ہیں۔ قبولِ اسلام کے بعد میں اپنے آپ کو پہلے کی نسبت زیادہ آزاد اور مطمئن محسوس کرتی ہوں۔ اسلام نہ صرف دنیا میں امن چاہتا ہے بلکہ آخرت میں بھی سلامتی کی خوش خبری دیتا ہے۔ آخر میں اپنی پاکستانی بہنوں کے لیے میرا پیغام یہ ہے کہ قرآن کا زیادہ سے زیادہ علم حاصل کریں اور بچوں کی پرورش دینی خطوط پر کریں۔ آج کل سب سے بڑا مسئلہ یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کے لیے اچھا نمونہ نہیں بنتے۔ وہ خود اسلام سے نابلد ہیں اور یورپ کی زندگی پر نظر رکھتے ہیں۔ ہمیں وہ راستہ نہیں اپنانا چاہیے جو ہمارا نہیں ہے اور اللہ سے دور جبکہ شیطان سے قریب کرتا ہے۔ ایک مسلمان کی اصل زندگی آخرت کی زندگی ہے۔ مادی خیالات صرف شیطان تخلیق کرتا ہے، جو ہمارا سب سے بڑا دشمن ہے۔

اکثر پاکستانی کہتے ہیں کہ یورپ چھوٹی جنت ہے، لیکن میں یہ کہتی ہوں کہ یورپ چھوٹا جہنم ہے اور پاکستان چھوٹی جنت ہے!

دوسرا رخ!

محمد عبدالرحمن

عباسی خلفاء ایک حد تک مطلق العنان ضرور تھے لیکن ان کے دور میں عدل و انصاف کا نظام بڑی حد تک شریعت کے مطابق تھا۔ مشہور عباسی خلیفہ معصم باللہ بڑے دبدبے کا حکمران تھا۔ اس کا ایک جرنیل تھا، بفا نام کا۔ اس کا شمار بھی ارباب اقتدار میں تھا۔ معصم باللہ کے فیصلوں میں اسے بہت دخل تھا۔ اس وجہ سے اور بھی اس کا رعب داب تھا۔ ایک دنیا اس سے ڈرتی تھی۔

ایک بار اس کے بیٹے موسیٰ کا مقدمہ قاضی احمد بن بدیل کے سامنے پیش ہوا۔ موسیٰ کوئی جائیداد خریدنا چاہتا تھا۔ جائیداد کے مالکان میں ایک یتیم بھی تھا۔ موسیٰ کے کارندے نے محسوس کیا کہ مقدمہ کا رخ موسیٰ کے خلاف ہے۔ اس نے قاضی احمد سے کہا کہ مجھے مقدمہ کی اٹھان سے اندازہ ہو رہا ہے کہ فیصلہ کا رخ کس طرف ہے۔ قاضی احمد نے جواب دیا: ”مجھے تو حقائق کے مطابق فیصلہ کرنا ہے۔“ کارندے نے کہا: ”میں آپ کی توجہ ایک اور حقیقت کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔“ قاضی صاحب نے پوچھا: ”وہ کیا؟“ کارندے نے کہا کہ یہ مقدمہ موسیٰ بن بفا کا ہے۔

اس پر قاضی احمد نے کہا: ”اللہ تمہاری عزت برقرار رکھے میرے بھائی! دوسرے رخ پر بھی تو نظر ڈالو۔ دوسری طرف معاملہ اللہ تعالیٰ کا ہے۔“

☆.....☆.....☆

23 مارچ: ایک عہد کی تکمیل

سراج الحق سید

قوم کو پاکستان کی اساس سے جوڑنا اور نئی نسل کو نظریہ پاکستان سے روشناس کروانا دینی و سیاسی قیادت کی اولین ذمہ داری ہے۔ مدینہ منورہ کے بعد پاکستان کرۂ ارض پر اسلام کے آفاقی و غیر فانی نظریے کی بنیاد پر وجود میں آنے والی دوسری مملکت خداداد ہے۔ پاکستان کا قیام بلاشبہ بیسویں صدی کا عظیم معجزہ ہے۔ اس عطیہ خداوندی کا جتنا بھی شکر ادا کیا جائے، کم ہے۔ پاکستان کے حصول کے لیے ہمارے آباء و اجداد کو آگ اور خون کے جس دریا سے گزرنا پڑا اور جو ناقابل فراموش قربانیاں دینا پڑیں، وہ تاریخ کے صفحات پر ہمیشہ سنہری حروف سے لکھی جائیں گی۔ قومیں اپنے نظریات کی بنا پر زندہ رہتی ہیں۔ اپنے اسلاف کے طے کردہ نشانات کو گم کر دینے اور اپنے نظریات کو فراموش کر بیٹھنے والوں کا وجود کائنات زیادہ دیر برداشت نہیں کرتی اور وہ حرف غلط کی طرح مٹا دیے جاتے ہیں۔ پاکستان اپنے نظریے کے بغیر ایسے ہی ہے جیسے روح کے بغیر جسم!

قومی سوچ اور حب الوطنی کے جذبات کو پروان چڑھانے میں 23 مارچ کا دن قومی زندگی میں بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ آئندہ نسلوں کو قیام پاکستان کے اعلیٰ و ارفع مقاصد سے ہم آہنگ کرنے اور مملکت خداداد کو ایک اسلامی و فلاحی ریاست بنانے کے خواب کو شرمندہ تعبیر کرنے کے لیے ضروری ہے کہ ہم داسے درمے سخن

تحریک پاکستان اور پاکستان کے حصول کے لیے دی گئی بے مثال قربانیوں کی یاد کو زندہ جاوید رکھیں۔

پاکستان کا قیام کسی وقتی جوش یا جذباتی سوچ کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ اس کے پیچھے محسن انسانیت حضرت محمد ﷺ کی رہنمائی میں قائم ہونے والی مدینہ منورہ کی اس اسلامی و فلاحی ریاست کا نمونہ اور سوچ کا فرما تھی جس میں ایک عام شہری کو بھی حاکم وقت کے برابر حقوق حاصل تھے۔ امن و امان کی صورت حال یہ تھی کہ سونے چاندی سے لدی پھندی ایک عورت بلا خوف صنعا سے حضرموت تک سینکڑوں میل کا سفر تنہا طے کرتی تھی اور کسی میں جرأت نہیں تھی کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھ سکے۔ فرماں روا نے مملکت عوام کی خبر گیری کے لیے راتوں کو گشت کرتے تھے اور حاجت مندوں کی حاجت روائی کے لیے خدمت کے جذبے سے سرشار، اللہ کے سامنے جواب دہی کے خوف سے تھر تھر کاپنے والی ریاستی مشینری ہمہ وقت مصروف عمل نظر آتی تھی۔

پاکستان کے قیام کا مقصد محض ایک ریاست کے حصول تک محدود نہیں تھا بلکہ بقول قائد اعظم: ”ہمارے پیش نظر ایک ایسی آزاد اور خود مختار مملکت کا قیام ہے جس میں مسلمان اپنے دین کے اصولوں کے مطابق زندگی گزار سکیں۔“ بانی پاکستان قائد اعظم محمد علی جناح نے اپنے قریباً 114 خطابات اور تقاریر میں واضح الفاظ میں اس عزم کا اظہار کیا تھا کہ پاکستان کا آئین و دستور قرآن و سنت کے تابع ہوگا۔ قائد اعظم نے فرمایا تھا کہ ہم پاکستان محض ایک خطہ زمین کے لیے نہیں بلکہ اسلام کی تجربہ گاہ کے طور پر حاصل کرنا چاہتے ہیں جہاں ہم اپنی زندگی قرآن و سنت کے مطابق گزار سکیں اور اسلام کو ایک نظام زندگی کے طور پر

اپنا سکیں۔ جب تک قوم بانی پاکستان کے فرمودات پر عمل پیرا ہو کر علامہ اقبال کے خواب کی تعبیر حاصل نہیں کر لیتی، قیام پاکستان کا مقصد پورا نہیں ہوگا۔

ملک میں قانون کی بالادستی کا خواب اس وقت تک شرمندہ تعبیر نہیں ہو سکتا جب تک کہ خود صاحب اقتدار طبقہ اس کی پابندی نہیں کرتا۔ کوئی بھی ریاست اس وقت تک جمہوری کہلانے کی حق دار نہیں جب تک کہ جمہور کی مرضی کو فائق نہیں سمجھا جاتا۔ پاکستان کو ایک فلاحی ریاست بنانے کے لیے ہمیں اس کے بنیادی مقاصد کو پیش نظر رکھنا ہوگا۔ پاکستان کی بنیاد ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ“ ہے اور ملکی خوش حالی اور عوامی فلاح و بہبود اسی سے وابستہ ہے۔

☆.....☆.....☆

حیا

مداحۃ الرسول غافرہ

رب کی رحمت اس پہ بے شبہ
جس کو مل گئی اُس کے در سے حیا
ہیں حیا ہی سے زندہ سب اچھی صفات
مہکا اسی سے شجر حیات
مشعل اخلاق اس نے دی بجھا
پائی جاتی نہیں ہے جس میں حیا
شکر اللہ کا کریں ہم غافرہ
جس نے بخشی ہے ہمیں طرز حیا

☆.....☆.....☆

خلافتِ راشدہ

حدیث میں ”خلفاء راشدین“ کے الفاظ آئے ہیں۔ مشہور حدیث کا مفہوم ہے کہ میری سنت کا اتباع کرنا اور میرے خلفاء راشدین المہدیں کی سنت کا اتباع تم پر لازم ہے۔ اسی سے یہ اصطلاح ”خلافتِ راشدہ“ ہمارے ہاں رائج ہے۔

خلافتِ راشدہ کی تاب ناک یاد پوری نوع انسانی کے اجتماعی تحت الشعور میں ایک حسین خواب کی مانند موجود ہے۔ غیر مسلم مؤرخ زیدان بھی لکھتا ہے:

”خلفائے راشدین کا وقت اسلامی تاریخ میں آپ زر سے لکھنے کے قابل ہے۔ یہ بابرکت زمانہ حقیقی انصاف اور خدا ترسی کا دور ہے۔ اس دوران حکومت کا نظام حق پسندی، راست بازی اور رعایا پروری کے اصولوں پر قائم تھا۔ اس وقت مسلمان دین میں راسخ اور دنیا میں سر بلند تھے۔ یہ وہ عہد زریں ہے جسے بعد کے مسلمانوں نے اپنا آئیڈیل بنایا اور اس کی پیروی کو اپنے لیے باعثِ فخر سمجھا۔“

چراغ و مسجد و محراب و منبر
بوکر و عمر و عثمان و حیدر

(مرسلہ: عزمہ عدنان)

☆.....☆.....☆

شیطان کے آنسو

مریم خنساء

”یا شیخ! ہم یہ بات پورے وثوق سے کہہ سکتے ہیں کہ خلیفہ شراب پیتا ہے۔“

”صرف یہی نہیں! خلیفہ کھلم کھلا اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی بھی کرتا ہے۔“

”خلیفہ نماز پڑھتا ہی نہیں۔ اکثر باجماعت نمازوں میں وہ غائب ہوتا ہے۔“

”اسے اپنے عیش و عشرت کے مشاغل سے فرصت ملے تو تب نا!“

”بھلا ایسے کردار کے مالک شخص کا خلیفہ بننا کہاں تک درست ہے؟ اسی لیے تو ہمارے خیال میں خلیفہ کے خلاف بغاوت کرنا انتہائی ضروری ہو گیا ہے۔“

”صرف ہم ہی نہیں، عوام بھی خلیفہ کے مخالف ہیں۔ ایک فاسق و فاجر شخص کو خلیفہ ماننے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہے۔“

سب لوگ اپنے اپنے انداز میں خلیفہ کے عیب گنوار ہے تھے اور حاضرین کی نگاہیں محمد بن حنفیہ کے چہرے پر مرکوز تھیں۔ محمد بن حنفیہ، رسول کریم ﷺ کے چچا زاد بھائی اور داماد سیدنا علیؑ کے لخت جگر ہیں۔ پہلے خلیفہ کی وفات ہو چکی ہے۔ نئے خلیفہ کے ہاتھ پر بیعت کی جا چکی ہے لیکن مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کا خواہش مند ایک گروہ مسلسل اس کوشش میں مصروف ہے کہ کسی طرح خلیفہ کے خلاف عوام کے غم و غصے کی آگ کو بھڑکا دے۔

انہی میں ایک عبداللہ بن مطیع بھی ہے۔ وہ جانتا ہے کہ محمد بن حنفیہ عوام میں ایک نمایاں مقام رکھتے ہیں۔ لوگ کسی بھی طرح کی راہنمائی کے لیے انہی سے

رجوع کرتے ہیں۔ جس کے حق میں وہ فیصلہ دے دیں، سب اسے قبول کر لیتے ہیں اور جس کی وہ مخالفت کریں، سب اس کے خلاف ہو جاتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ وہ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ ان کے پاس پہنچتا ہے۔ وہ اور اس کے ساتھی خلیفہ کی مخالفت میں کئی دلائل پیش کر چکے ہیں لیکن محمد بن حنفیہ نے ابھی تک کسی رد عمل کا اظہار نہیں کیا۔

ان کی خاموشی عبداللہ بن مطیع اور اس کے ساتھیوں پر بہت بھاری گزر رہی ہے۔ وہ جانتے ہیں کہ محمد بن حنفیہ دنیاوی معاملات میں تو پھر بھی رعایت کر دیتے ہیں لیکن دین کے حوالے سے وہ کسی رُورعایت کے روادار نہیں۔ اس لیے انہوں نے اپنی گفتگو کا بنیادی موضوع خلیفہ کی ان کمزوریوں کو بنایا ہے جو دینی حوالے سے ہیں۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن مطیع کے فتنہ پروردماغ میں ایک نیا خیال آتا ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اقتدار کے حصول کی خواہش بڑوں بڑوں کو ڈمگادیتی ہے۔

”یا شیخ! میرے خیال میں خلیفہ کے خلاف فوراً اٹھ کھڑے ہونا چاہیے اور اس کام کی راہنمائی کے لیے سب سے موزوں شخصیت آپ ہی کی ہے۔“

”بالکل! آپ خلیفہ سے کہیں زیادہ علم و عمل کے مالک ہیں۔ بھلا آپ سے بڑھ کر خلافت کا حق دار اور کون ہو سکتا ہے!“

”ہاں! اور یہ صریحاً نا انصافی ہے کہ آپ جیسی عظیم مرتبے کی شخصیت کے ہوتے ہوئے کسی دوسرے شخص کو خلیفہ بنا لیا جائے۔“

”آپ بغاوت کا اعلان کیجیے، ہم سب آپ کے ساتھ ہیں۔“

”ہم ہی نہیں! تمام عوام آپ کا ساتھ دیں گے۔ لائیے ہاتھ بڑھائیے! ہم آپ کے ہاتھ پر سب سے پہلے بیعت کرتے ہیں۔“ عبداللہ بن مطیع نے کہا۔

”میں خود خلیفہ سے مل کر آ رہا ہوں۔“ محمد بن حنفیہ کی آواز نے سب کو چونکا دیا۔ ایک لمحے کے لیے عبداللہ بن مطیع اور اس کے ساتھیوں کے چہرے کی رنگت اڑ گئی۔ ”میں خلیفہ کے پاس کئی دن رہ کر آیا ہوں۔ میں نے اس کے شب و روز کا بغور مطالعہ کیا اور اسے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی پابندی کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ وہ باجماعت نماز پڑھتا ہے۔ نیکیاں کرنے کے لیے مواقع کی تلاش میں رہتا ہے۔ اس کا عمل اور کردار سنت کی پابندی کے آئینہ دار ہیں۔ وہ دینی مسائل سے واقفیت حاصل کرنے کے لیے علماء سے سوالات بھی کرتا ہے جو اس کے صاحب ایمان ہونے ہی کی نہیں بلکہ نیک عمل کرنے کے خواہش مند ہونے کی بھی علامت ہے۔ میں نے تو تمہاری بتائی گئی خامیوں میں سے ایک بھی اس میں نہیں پائی۔“

محمد بن حنفیہ کی اس بات پر پہلے تو خاموشی چھائی رہی۔ بالآخر عبداللہ بن مطیع کی آواز آئی۔ ”یا شیخ! آپ کی آمد پر تقویٰ اور دین داری کا مظاہرہ سراسر بناوٹی اور مصنوعی تھا۔ حقیقت وہی ہے جس کا ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔“

”جی ہاں! بالکل! بالکل۔“ اس کے ساتھیوں نے ہاں میں ہاں ملائی۔

”ہوں!“ محمد بن حنفیہ نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔ ”لیکن خود سوچو بھلا میرے سامنے دین داری کے اس بناوٹی اظہار کا اسے کیا فائدہ ہو سکتا تھا؟ وہ ایک طاقت ور قبیلے سے تعلق رکھتا ہے۔ اس کے ماتحت اس کے وفادار ہیں۔ وہ خلیفہ بن چکا ہے۔ اب بھلا مجھ جیسے کمزور شخص سے اسے کیا خوف ہو سکتا تھا جس کی وجہ سے اسے یہ سب کرنے کی ضرورت پیش آئی؟ یا پھر اسے مجھ سے کسی فائدے کی امید تھی؟ ابھی تم اس کی شراب نوشی کا تذکرہ کر رہے تھے۔ کیا اس نے خود تم سے اس کا ذکر کیا تھا یا تم نے اسے پیتے ہوئے دیکھا ہے؟ اگر اس نے تمہیں نہیں بتایا

اور تم اپنی طرف سے یہ بات کہہ رہے ہو تو جھوٹ بولنا، غیبت کرنا، بہتان لگانا اسلام میں حرام ہے۔ جھوٹ بولنے والوں پر اللہ کی لعنت ہے۔“ محمد بن حنفیہؓ کی آواز اب بلند ہو چکی تھی۔

”ہم نے خلیفہ کو شراب نوشی کرتے ہوئے خود تو نہیں دیکھا لیکن یہ بات ہے سچی کہ وہ شراب نوش ہے۔“ وہ مری ہوئی آواز میں بولے۔

”لیکن اللہ تعالیٰ کو تو یہ بات انتہائی ناپسند ہے۔ شریعت کا حکم یہ ہے کہ کسی شخص کی برائی جب تک اپنی آنکھوں سے نہ دیکھی جائے، اس کا تذکرہ دوسرے سے نہ کیا جائے۔ جھوٹی گواہی دینا گناہ کبیرہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو بھی یہ حکم دیا ہے کہ جب تمہارے پاس اللہ کے نافرمان لوگ کوئی خبر لے کر آئیں تو پہلے تحقیق کر لیا کرو کہ یہ سچ بھی کہہ رہے ہیں یا نہیں! اللہ کا شکر ہے کہ میں تمہارے آنے سے پہلے خلیفہ کو خود مل آیا تھا، اس لیے تمہارے جھوٹ سے متاثر نہیں ہوا۔ تم لوگ ایک طرف مسلمانوں میں فساد پھیلانے کی کوشش کر رہے ہو اور دوسری جانب جھوٹی گواہی دے رہے ہو۔ یہاں سے نکل جاؤ! میرا تم جیسے فساد یوں سے کوئی تعلق نہیں۔“

عبداللہ بن مطیع اور اس کے ساتھیوں کی حالت دیدنی تھی۔ ان کے سر شرم سے جھکے ہوئے تھے۔ وہ اٹھے اور محمد بن حنفیہؓ کی نشست گاہ سے باہر نکل آئے۔

دور کہیں..... شیطان اپنے ان کارندوں کی ناکامی پر آنسو بہا رہا تھا۔ مسلمانوں میں پھوٹ ڈلوانے کی تدبیریں محمد بن حنفیہؓ کے پختہ ایمان کی وجہ سے بری طرح ناکام ہو چکی تھیں!

حکایت سعدی

قدر آرام کی وہ کیا جانے!

محمد ابراہیم

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک بادشاہ کشتی میں بیٹھ کر دریا کی سیر کر رہا تھا۔ کچھ درباری اور چند غلام بھی ساتھ تھے۔ ان میں ایک غلام ایسا بھی تھا جو پہلے کبھی کشتی میں نہ بیٹھا تھا، اس لیے وہ بہت خوف زدہ تھا اور ڈوب جانے کے ڈر سے مسلسل رورہا تھا۔ بادشاہ کو اس کا یہ عمل بہت ناگوار گزر رہا تھا لیکن غلام پر منع کرنے اور ڈانٹ ڈپٹ کا بالکل اثر نہ ہوتا تھا۔

کشتی میں ایک جہاں دیدہ اور دانا شخص بھی سوار تھا۔ اس نے غلام کی یہ حالت دیکھی تو بادشاہ سے کہا کہ اگر حضور اجازت دیں تو یہ خادم اس خوف زدہ غلام کا ڈر دور کر دے۔ بادشاہ نے فوراً اجازت دے دی۔ دانش مند شخص نے غلاموں کو حکم دیا کہ اس شخص کو اٹھا کر دریا میں پھینک دو۔ غلاموں نے حکم کی تعمیل کی اور رونے والے غلام کو اٹھا کر دریا کے اندر پھینک دیا۔ جب وہ تین چار غوطے کھا چکا تو دانا شخص نے غلاموں سے کہا کہ اب اسے دریا سے نکال کر کشتی میں سوار کر لو۔ چنانچہ غلاموں نے اس کے سر کے بال پکڑ کر کشتی میں گھسیٹ لیا۔ اس کے بعد وہ غلام جو ذرا دیر پہلے ڈوب جانے کے خوف سے بری طرح رورہا تھا، بالکل خاموش اور پُرسکون ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔

بادشاہ نے حیران ہو کر سوال کیا: ”آخر اس بات میں کیا بھلائی تھی کہ تم نے ایک ڈرے ہوئے شخص کو دریا میں پھینکوا دیا اور مزید حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ اب خاموش بھی ہو گیا ہے۔“

دانا شخص نے جواب دیا: ”حضور والا! اصل بات یہ تھی کہ اس نے کبھی دریا میں غوطے کھانے کی تکلیف نہ اٹھائی تھی۔ اس طرح اس کے دل میں اس آرام کی کوئی قدر نہ تھی جو اسے کشتی کے اندر حاصل تھا۔ اب ان دونوں کی حقیقت اس پر روشن ہوگئی اور یہ خاموش ہو گیا۔“

جس نے دیکھی نہ ہو کوئی تکلیف

قدر آرام کی وہ کیا جانے!

نعمتوں سے بھرا ہو جس کا پیٹ

جو کی روٹی کو کب غذا مانے!

حضرت سعدیؒ نے اس حکایت میں ہمیں ایک بہت کام کی بات سمجھائی ہے۔ جس شخص نے کبھی کوئی تکلیف نہ دیکھی ہو وہ اس آرام کی قدر و قیمت سے ناواقف ہوتا ہے جو اسے حاصل ہوتا ہے۔ مصیبت کا مزا چکھ کر ہی انسان نعمت کو نعمت سمجھتا ہے اور شکر گزار ہوتا ہے۔ نیز ہمیں اس حکایت سے یہ سبق بھی حاصل ہوتا ہے کہ انسان کتنے ہی برے حال میں ہو، اسے یہ سوچنا چاہیے کہ وہ اس سے بدتر صورت حال سے بھی دوچار ہو سکتا ہے۔ یہ تصور اسے ہر حالت میں شکر پر آمادہ رکھے گا۔

☆.....☆.....☆

یہ لازم نہیں ہے کہ ہم ایک دوسرے کو خوش کرنے کی کوشش کریں۔ یہی کافی ہے کہ ہم ایک دوسرے کو تکلیف نہ پہنچائیں۔

تزکیہ نفس

نیک صحبت کے اثرات

فیض الحق حامد

نیک صحبت کے بے پناہ فوائد کے باعث صالحین نے اس کی فضیلت بھی بیان کی ہے اور اس کی تائید بھی فرمائی ہے۔

☆ سیدنا ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ نیک ساتھی کی مثال کستوری بیچنے والے کی ہے اور برے ساتھی کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی سی ہے۔ پس کستوری اٹھانے والا یا تمہیں کستوری دے گا یا تم اس سے خریدو گے، اور اگر یہ دونوں باتیں نہ ہوں گی تو کم از کم کستوری کی خوشبو ہی تم تک پہنچ جائے گی۔ اس کے مقابلے میں برے ساتھی کی مثال بھٹی دھونکنے والے کی ہے کہ یا تو تمہارے کپڑے جلادے گا، اور اگر یہ نہ ہوگا تو کم از کم اس کی چنگاری تو ضرور پڑ جائے گی۔ (منہوم حدیث)

☆ سیدنا ابو ہریرہؓ مروی ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ انسان اپنے دوست کے دین پر ہوگا، پس تم میں سے ہر ایک دیکھ لے کہ وہ کس سے دوستی کر رہا ہے!

☆ سیدنا ابو بکرؓ کا فرمان گرامی ہے کہ بُروں کی ہم نشینی سے تنہائی بہتر ہے اور تنہائی سے نیک لوگوں کی صحبت بدرجہا بہتر ہے۔

نیکیوں سے ملنا ایک خوبی ہے کیوں کہ اس کے بعد ان کی پیروی کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ سیدنا عبداللہ بن مسعودؓ کے بھائی عتبہ کے پوتے عبید اللہ کا شمار ممتاز

تابعین میں ہوتا ہے۔ آپ کا گھرانہ علم و فضل کا گہوارہ تھا۔ حدیث، فقہ، شعر و شاعری اور دوسرے مروج علوم میں پوری دسترس حاصل تھی۔ آپ کی نمازیں طویل اور سکون و اطمینان والی ہوتیں۔ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ جیسے مرد صالح پر ان کے اخلاقی کمالات کا اتنا اثر تھا کہ وہ فرمایا کرتے تھے: ”عبید اللہ کی ایک صحبت اور تھوڑی دیر ان کے ساتھ ہم نشینی مجھے دنیا و مافیہا سے عزیز ہے۔ خدا کی قسم! ان کی ایک رات کی صحبت میں بیت المال کے ایک ہزار دینار سے خریدنے کو تیار ہوں۔“ چونکہ حضرت عمر بن عبدالعزیزؓ بیت المال کے پیسے کو ذرا بھی فضول خرچ نہیں ہونے دیتے تھے اس لیے لوگوں کو تعجب ہوا کہ آپ کسی کی ایک رات کی صحبت کے لیے ایسا فرماتے ہیں۔ آپ نے جواب میں فرمایا: ”میں عبید اللہ کی رائے اور ان کی نصیحت کے وسیلے سے ایک ہزار کی جگہ بیت المال میں ہزاروں ہزار داخل کروں گا۔“

باہمی گفتگو سے عقل میں تازگی پیدا ہوتی ہے، قلب کو راحت ملتی ہے، غم دور ہوتے ہیں اور ادب سدھرتا ہے۔

حضرت ابراہیم خواصؑ کا فرمان ہے کہ امراض قلب کی دوا پانچ چیزیں ہیں:

- 1- قرآن کو غور و تدبر کے ساتھ پڑھنا
- 2- پیٹ کو زائد ضروری غذا سے خالی رکھنا
- 3- رات کی نماز (یعنی تہجد) پڑھنا
- 4- آخر شب میں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں عجز و نیاز اور دعا کرنا
- 5- نیک لوگوں کی صحبت اختیار کرنا

☆ خواجہ حسن بھریؒ کے پاس کوئی شخص آیا اور شکایت کی کہ میرا دل بہت سخت

ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسے ذکر و فکر کی جگہوں پر لے جایا کرو۔
☆ خواجہ معین الدین چشتیؒ کا ارشاد ہے کہ نیکوں کی صحبت نیک کام سے بہتر ہے جبکہ بروں کی صحبت برے کام سے بدتر ہے۔
بري صحبت دل کو اس طرح زنگ آلود کر دیتی ہے کہ برائی کا احساس ہی دل سے مٹ جاتا ہے۔ نیکو کاروں سے محبت رکھنا دنیا ہی میں نہیں بلکہ موت کے بعد بھی خیر و برکت کا باعث ہوگا، کیونکہ آخرت میں انسان اسی کے ساتھ ہوگا جس سے اس نے زندگی میں محبت رکھی ہوگی۔

☆ سیدنا ابو خلاؓ سے روایت ہے کہ رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ جب تم کسی ایسے شخص کو دیکھو جسے دنیا سے بے رغبتی ہو اور وہ کم گو بھی ہو تو اس کی قربت اختیار کرو، بلاشبہ اسے دانائی سکھائی جائے گی۔

☆ امام شعیؒ فرماتے ہیں کہ عالموں کی صحبت میں بیٹھو کیونکہ وہ اچھائی دیکھیں گے تو خوش ہوں گے، برائی دیکھیں گے تو معاف کر دیں گے، غلطی کرو گے تو ڈانٹ ڈپٹ نہیں کریں گے، بے عقلی کے کام کرو گے تو علم سکھائیں گے۔

☆.....☆.....☆

آپ کے ارد گرد کوئی مجبور، پریشان حال یا مصیبت زدہ ہے تو یہ مت سمجھیں کہ یہ اس کی آزمائش ہے۔ درحقیقت یہ آپ کی بھی آزمائش ہے!

نیا طرزِ فکر اور نئے نتائج!

نعیم صدیقی

آغازِ انقلاب: ذہنی انقلاب!

بات بڑی سادہ سی ہے

ایک شخص کہتا ہے کہ دس جمع دس بیس،

یہ اکیس نہیں ہو سکتے

سب لوگ مان لیتے ہیں اور اپنے کام میں لگ جاتے ہیں۔

قرنوں دس جمع دس بیس کہتے ہوئے اپنے سارے معاملات چلاتے ہیں۔

اپنی جگہ وہ ٹھیک بھی ہوتے ہیں۔

مگر ایک دن کوئی شخص اٹھتا ہے اور کہتا ہے:

بھائیو! چھوڑو دس جمع دس بیس کو،

آج سے تم ایک نیا نسخہ استعمال کرو

دس ضرب دس مساوی سو!

بس اب کام اس ذہن سے کرو

سب چونکتے ہیں، ایک دوسرے کا منہ دیکھتے ہیں، مسکراتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں کہ واقعی دس ضرب دس ایک سو بن جاتا ہے۔

اتنی سی بات سے ذہنی انقلاب واقع ہو گیا۔

نیا طرزِ فکر، نیا طریق کار اور نئے نتائج!

☆.....☆.....☆

راہِ راست اور صبر و مصابرت

صائمہ حسن

☆ کیا تمہاری بیٹی کو طلاق دی گئی ہے؟

تو سنو! رسول کریم ﷺ کی دو بیٹیوں کو طلاق دی گئی تھی۔

☆ کیا تمہاری اولاد میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے؟

تو سنو! رسول کریم ﷺ کی ساری اولاد آپ کے سامنے انتقال کر گئی تھی،

سوائے سیدہ فاطمہ کے۔

☆ کیا تمہارے پاس حالات کی تنگی کی وجہ سے کھانے کو کچھ نہیں ہے؟

تو تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ رسول کریم ﷺ کے گھر میں دو دو مہینے پکانے

کے لیے کچھ نہیں ہوتا تھا۔

☆ کیا تمہارے والدین میں سے کوئی فوت ہو گیا ہے؟

تو تمہیں پتہ ہے نا کہ رسول کریم ﷺ یتیم پیدا ہوئے اور بچپن ہی میں والدہ

محترمہ بھی انتقال فرما گئی تھیں۔

☆ کیا تمہارا کوئی بہت پیارا تمہاری صحیح بات بھی نہیں مانتا؟

یاد کرو کہ رسول کریم ﷺ کے چچا نے آپ کی بات آخری وقت بھی نہیں

مانی تھی۔

☆ کیا تمہیں حق پر ہوتے ہوئے بھی سماجی طور پر مقاطعہ کا سامنا ہے؟

غور کرو کہ رسول کریم ﷺ کو تین سال شعب ابی طالب میں محصور ہونا پڑا

اور بھوکا پیاسا رہنا پڑا۔

اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کیا کریں کہ ہمیں ان جیسے مصائب و آلام اور آزمائشوں کا سامنا نہیں کرنا پڑا۔ دعا کیا کریں:

اللَّهُمَّ اَعِنِّي عَلَى ذِكْرِكَ وَشُكْرِكَ وَحُسْنِ عِبَادَتِكَ

”اے اللہ! میری مدد کر کہ تیرا ذکر کروں اور تیرا شکر کروں اور

بہترین طریقہ پر تیری عبادت کر سکوں۔“

☆.....☆.....☆

یہ دنیا پاک ہو جاتی!

فاطمہ

محبت بیج ہوتی تو،

محبت ہم لگا لیتے

جہاں پر جتنی حاجت ہو،

وہاں اتنی کھلا لیتے

دلوں کو موم کر لیتے، حرص و حسد ختم کرتے

محبت بیج ہوتی تو،

ہوا کے دوش پر رکھتے

نمی پا کر فضاؤں سے، محبت پھوٹ جو پڑتی

تو ننھی کونپلوں سے، سکہ کی بلیں سراٹھالیتیں

دکھوں کا خاتمہ ہوتا، دلوں کے میل دھل جاتے

کدورت صاف ہو جاتی، یہ دنیا پاک ہو جاتی

یہ سب کچھ عین ممکن تھا

محبت بیج جو ہوتی!!

☆.....☆.....☆

تطبیروذات

توبہ کی قیمت

سعید راشد

ایک صاحب ریلوے میں ٹکٹ چیکر تھے۔ ملازمت کی مدت پوری ہونے پر حسب دستور پنشن کے ساتھ فارغ کر دیے گئے۔ دوران ملازمت اچھا خاصا مال پس انداز کر لیا تھا۔ پیسے کی طرف سے کوئی تردد تو نہ تھا لیکن دل بے چین رہتا۔ ایمان کی ایک نشانی یہ بھی ہے کہ گناہوں اور کوتاہیوں پر دل شرم سار ہو جاتا ہے۔ یہ صاحب ایک درویش صفت مفتی کی خدمت میں پہنچے۔

سائل: حضرت! بیعت کر لیجیے۔ روشنی کے راستے کی تلاش ہے۔

مفتی: اب تک کیا کرتے رہے ہو؟

سائل: ریلوے میں ٹکٹ چیکر تھا۔

مفتی: کتنے عرصے ملازمت کی؟

سائل: تیس برس!

مفتی: تیس برس کی تمام ناجائز آمدنی کا حساب کرو۔ جو حق دار مل جائے

اسے لوٹا دو اور جس کا حق دار نہ ملے وہ محکمہ ریل کے کھاتے میں جمع کرا دو۔

جب یہ کر چکو تو پھر بیعت کے لیے آ جانا۔

یہ صاحب واپس چلے گئے۔ برسوں کی ناجائز آمدنی کا حساب لگایا تو بات

لاکھوں تک پہنچی۔ اپنے ارادے میں مخلص تھے۔ لہذا جو کچھ جمع جوڑ تھا، جو جائیداد

بنائی تھی اسے چپکے سے فروخت کر دیا۔ جس طرح مرشد نے بتایا تھا، اسی طرح

کیا۔ تیس سال کی کمائی سے دامن جھاڑ کر اٹھے اور مفتی صاحب کا دامن پکڑ لیا۔

دولت کی محبت سب سے بری ہوتی ہے۔ لوگ اور بہت کچھ چھوڑ دیتے ہیں لیکن پیسے کو چھوڑتے وقت ہزار بار سوچتے ہیں۔ تاہم، جس کا قلب روشن ہو جائے وہ علامہ اقبال کے اس شعر کا مصداق بن جاتا ہے:

یہ مال و دولت دنیا، یہ رشتہ و پیوند
بتانِ وہم و گماں، لا الہ الا اللہ
☆.....☆.....☆

زینہ معراج و عظمت

انور شعور

کسی کو خوش دلی سے دیکھ لینا، مسکرا دینا
کسی بھٹکے ہوئے رہ گیر کو رستہ بتا دینا
کسی محروم بچے کو الف بے تے پڑھا دینا
کسی بیمار کو پرش کی شیرینی چکھا دینا
کسی کی بدسلوکی سیر چشمی سے بھلا دینا
کسی بے آسرا کو حسب مقدور آسرا دینا
یہ چھوٹی چھوٹی باتیں زینہ معراج و عظمت ہیں
ان قربانیوں سے دین و ایمان بنتا ہے
جو اہل درد، اہل محبت ہیں انہیں معلوم ہے
بشر قربانی و ایثار سے انسان بنتا ہے
☆.....☆.....☆

آغوشِ مادر

ممتا شفا خانہ

مڈر کلیم سجانی

اشفاق احمد اکثر کہا کرتے تھے کہ آدمی عورت سے محبت کرتا ہے جبکہ عورت اپنی اولاد سے محبت کرتی ہے۔ اس بات کی مکمل سمجھ مجھے اس رات آئی جب کمرے میں ہم تین لوگ تھے: میں، میرا بیٹا اور اس کی والدہ! تین میں سے دو کو بخار تھا۔ اگرچہ میری حالت میرے بیٹے سے کہیں زیادہ خراب تھی، تاہم میں نے یہ محسوس کیا کہ جیسے کمرے میں صرف دو ہی لوگ ہیں: میرا بیٹا اور اس کی والدہ۔

یوں نظر انداز کیے جانے کے احساس نے میرے خیالات کو زیر و زبر تو بہت کیا لیکن ادراک کے گھوڑے دوڑانے پر عقدہ یہی کھلا کہ عورت نام ہے اس ہستی کا کہ جب اس کو ممتا ودیعت کر دی جاتی ہے تو اس کو اپنی اولاد کے سوا کچھ دکھائی نہیں دیتا، خاص طور پر جب اولاد کسی مشکل میں ہو۔ اس نتیجہ کے ساتھ ہی میں نے ایک نتیجہ اور بھی نکالا اور وہ یہ کہ اگر میرے بیٹے کے درد کا درمان اس کی والدہ کی آغوش ہے تو یقیناً میرا علاج بھی میری ماں کی آغوش ہی ہوگی۔

اس خیال کا آنا تھا کہ میں بستر سے اٹھا اور خود کو سنبھالتے ہوئے گاڑی تک پہنچا۔ آہستہ آہستہ ڈرائیو کرتے ہوئے ماں جی کے گھر تک آ گیا جو کچھ ہی فاصلے پر بھائی کے گھر میں ان کے ساتھ رہ رہی تھیں۔ گھر میں داخل ہونے کے بعد جب میں نے ماں جی کے کمرے کا دروازہ کھولا تو وہ فوراً اٹھ کر بیٹھ گئیں، جیسے میرا ہی انتظار کر رہی ہوں۔ پھر کیا تھا، انہوں نے میرا بالکل ایک سال کے بچے کی طرح

خیال رکھنا شروع کر دیا۔ توجہ اور محبت کی اتنی ہیوی dose سے میری آغوش تھراپی کی کہ میں صبح تک بالکل بھلا چنگا ہو گیا۔

پھر تو جیسے میں نے اصول ہی بنا لیا کہ جب کبھی کسی چھوٹے بڑے مسئلے یا بیماری کا شکار ہوتا تو کسی حکیم یا ڈاکٹر کے پاس جانے کی بجائے سیدھا مرکزی ”ممتا شفا خانہ“ برائے توجہ اور علاج میں پہنچ جاتا۔ وہاں پہنچ کر مجھے کچھ بھی کہنے کی ضرورت نہ پڑتی، بس میری شکل دیکھ کر ہی مسئلہ کی سنگینی کا اندازہ لگا لیا جاتا۔ میڈیکل ایمرجنسی ڈیکورڈی جاتی۔ مجھے میڈیکل سپرنٹنڈنٹ (ماں جی) ہی کے بستر پر لٹا دیا جاتا اور ان ہی کا کمبل اوڑھا دیا جاتا۔ کسی کوئیخنی کا حکم ہوتا تو کسی کو دودھ لانے کا۔ ہنگامی طور پر خاندانی معالج کی طلبی ہوتی۔ ایسی توجہ اور محبت سے میں بیماری کی نوعیت کے حساب سے کبھی چند گھنٹوں اور کبھی چند پہروں میں روبہ صحت ہو کر ڈسچارج کر دیا جاتا۔

ماں جی کو رحمان کی رحمت میں گئے ایک ماہ اور آٹھ روز ہو گئے ہیں۔ آج مجھے پھر بخار ہوا ہے۔ آغوش تھراپی کی اشد ضرورت ہے مگر میرا مرکزی ”ممتا شفا خانہ“ ہمیشہ کے لیے بند ہو چکا ہے۔ مجھے آپ دوستوں سے رہنمائی درکار ہے۔ اب بھلا میں کیسے ٹھیک ہوں گا؟

☆.....☆.....☆

جب آپ پریشان ہوں تو اپنے پٹھوں کو زیادہ سے زیادہ جبکہ اپنے دماغ کو کم سے کم استعمال کریں۔ نتائج دیکھ کر آپ خود بھی حیران رہ جائیں گے!

غذائیات

مچھلی: ایک مفید غذا

رضوان اکبر

دل کے مریض اگر گوشت اور دوسری لحمیہ غذاؤں کا استعمال ترک کر دیں اور ان کے بجائے مچھلی کھا لیا کریں تو نہ صرف انہیں امراض قلب سے نجات مل جائے گی بلکہ عمومی جسمانی صحت بھی کہیں زیادہ بہتر ہو جائے گی۔ ماہرین غذائیات کا کہنا ہے کہ مچھلی اور قلب کی تندرستی کا آپس میں گہرا تعلق ہے۔

صحت مند دوران خون کے لیے جسم کو جن چیزوں کی ضرورت ہے، وہ سمندری غذا میں نہایت وافر مقدار میں پائی جاتی ہیں۔ دوسری کوئی غذا ان کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ مچھلی کے گوشت میں حرارے کم ہوتے ہیں اور یہ وزن بڑھانے والے شکری، نشاستی مواد اور جم جانے والے روغن سے تہی دامن ہے۔ اس میں موجود رقیق روغنیات کی کثیر مقدار خون میں کولیسٹرول کے ارتکاز کو تحلیل کر دیتی ہے۔

مچھلی میں پائے جانے والے پروٹین عام گوشت کے برابر عمدہ ہوتے ہیں۔ مرغی اور گائے کے گوشت کا اگر مچھلی کے گوشت سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ مچھلی میں ان کی نسبت مفید اجزاء زیادہ مقدار میں پائے جاتے ہیں۔ انسانی جسم مچھلی کے گوشت کا تقریباً 97 فی صد حصہ اپنے اندر جذب کر لیتا ہے جو ہضم ہو جانے والی غذا کی مقدار سے دس فیصد زیادہ ہے۔

مچھلی کا گوشت فاسفورس کا قدرتی ذخیرہ ہے۔ صحت مند دوران خون کے لیے جسم میں اس کی موجودگی ضروری ہے۔ اس کے بغیر جسم روغن سے صحیح طور پر کام نہیں

لے سکتا۔ یہی صورت پروٹین کو ہضم کرنے میں پیش آتی ہے۔ چربی اور روغنیات کے نامناسب اور بے جا استعمال سے خون کی رگوں میں چربی کا مادہ اکٹھا ہونے لگتا ہے اور آخر کار بلڈ پریشر کی شکایت پیدا ہو جاتی ہے۔ کیلشیم قلب کے عضلات کے افعال کو صحیح رکھنے کا فرض انجام دیتا ہے۔ لیکن اگر جسم میں موجود سارے کے سارے کیلشیم کو کام میں لانا مقصود ہو تو اس کے لیے فاسفورس کی ضرورت پڑتی ہے۔

مچھلی کے گوشت میں لوہا بھی خاصی مقدار میں پایا جاتا ہے۔ یہ لوہے کی دوسری اقسام کے برعکس تیزی کے ساتھ جسم میں جذب ہو جاتا ہے۔ دل کے مریض کے لیے خون میں لوہے کی موجودگی کا مطلب صحت بخش خون ہے۔ اس خون میں آکسیجن کی مقدار زیادہ ہوتی ہے۔ اس لیے دل کا کام آسان ہو جاتا ہے اور اس پر زیادہ بوجھ نہیں پڑتا۔

گوشت کے ساتھ مچھلی کے جگر کا تیل بھی قلب کے مریضوں کے لیے مفید ہوتا ہے۔ اس تیل میں حیاتین ”الف“ اور ”ج“ کی وافر مقدار پائی جاتی ہے۔ حیاتین ”ای“ جو عام طور پر بہت کم یاب ہیں، سوگرام تیل میں 26 تا 30 ملی گرام تک پائے جاتے ہیں۔ یہ حیاتین دوران خون کے افعال کو ٹھیک رکھتے، عضلات کو فائدہ پہنچاتے اور عمومی قوت برداشت کو بڑھاتے ہیں۔ مچھلی کا استعمال صرف قلب کی صحت کو بہتر بنانے اور اس کی حفاظت کرنے تک محدود نہیں بلکہ اس کے پروٹین، حیاتین اور معدنیات کے فوائد سے اعصاب، جلد اور دوسرے اعضاء بھی قابل ذکر حصہ پاتے ہیں۔ حیاتین ”ب“ کے یہ اجزاء جسم کو جراثیم کے حملوں اور متعدد امراض سے محفوظ رکھتے ہیں۔

تن و قوش

صحت مند زندگی کے 3 راز

حکیم عزیز الرحمن

صحت مند اور خوش گوار زندگی بہت بڑی نعمت ہے۔ ماہرین کے مطابق صرف تین باتوں پر عمل کر کے انسان اچھی صحت اور طویل عمر پاسکتا ہے: اچھی غذا، بھرپور نیند اور روزانہ ورزش۔

اچھی غذا

ہری سبزیاں صحت کے لیے بے حد فائدہ مند ہیں۔ گوشت کے ساتھ ساتھ ہر طرح کی سبزیوں اور پھلوں کو خوراک کا حصہ بنانا ضروری ہے۔ جو لوگ اپنا وزن کم کرنا چاہتے ہیں وہ سبزیوں اور پھلوں کو اپنی غذا کا حصہ ضرور بنائیں۔ سبزیوں کا استعمال سرطان، ذیابیطس اور بلڈ پریشر جیسے امراض سے بھی محفوظ رکھتا ہے۔ اس کے علاوہ غذا میں گری دار پھلوں، بیجوں اور دیگر مفید جڑی بوٹیوں کو بھی شامل کریں۔ کھانے کے اوقات میں بے ترتیبی صحت کے لیے نقصان دہ ہے۔

بھرپور نیند

نیند صحت کا ایک اہم تقاضا ہے کیونکہ اس سے جسم کی مرمت ہوتی ہے اور دماغ سے فاسد مواد خارج ہوتے ہیں۔ نیند ہمارے جسم کے لیے ایک ٹانک سے بھی بڑھ کر ہے۔ اگر آپ پوری نیند نہیں لے رہے تو اپنے جسم کو تیزی سے بربادی کی جانب لے جا رہے ہیں۔ ایک صحت مند شخص کو روزانہ 7 تا 9 گھنٹے نیند کی ضرورت ہوتی ہے۔ نیند کی کمی سب سے پہلے دماغ پر اثر انداز ہوتی ہے اور پھر

پورے جسم کو متاثر کرتی ہے۔ کچی نیند سے مزاج بگڑا رہتا ہے، توجہ منتشر ہوتی ہے اور بلڈ پریشر بھی شدیداً تار چڑھاؤ کا شکار ہوتا ہے۔

روزانہ ورزش

ورزش دماغ اور یادداشت کے لیے ہر طرح سے فائدہ مند ہے۔ یہ ایک جانب پٹھوں، عضلات اور ہڈیوں کو توانا کرتی ہے تو دوسری جانب دماغ اور اعصاب کو تقویت پہنچاتی ہے۔ ورزش گھبراہٹ اور ڈپریشن کو بھی کم کرتی ہے۔ اس سے بلڈ پریشر اور خون میں شکر، کولیسٹرول کی مقدار قابو میں رہتی ہے۔ ورزش سے نیند میں بھی بہتری آتی ہے اور انسان صبح تازہ دم ہو کر بیدار ہوتا ہے۔ ورزش سے اعصابی کمزوری بھی دور ہو جاتی ہے۔ مختصر یہ کہ کوئی دوا یا غذا ورزش کی جگہ نہیں لے سکتی۔ تحقیق کے مطابق جو لوگ ہفتے میں 150 منٹ کی ورزش کرتے ہیں ان میں ورزش نہ کرنے والوں کے مقابلے میں موت کا خطرہ 33 فیصد تک کم ہو جاتا ہے۔

☆.....☆.....☆

ایک عام مشاہدہ ہے کہ جہاں چند لوگ مل کر بیٹھے ہوں اور کسی مسئلے پر تکرار ہو جائے تو ہر بندہ اپنے مؤقف کے لیے مذہب سے کوئی نہ کوئی حوالہ ضرور پیش کرتا ہے، چاہے مسئلے سے اس کا کوئی براہ راست تعلق بنتا ہو یا نہ بنتا ہو۔ ہر معاملے میں مذہب کو لا کر اپنی مرضی کی دلیل ضرور پیش کی جاتی ہے۔ گویا ہر بندے کے پاس ”اپنی مرضی کا اسلام“ ہے۔ ہمیں سمجھنا چاہیے کہ دین ”من چاہا“ نہیں بلکہ ”رب چاہا“ ہوتا ہے۔

قصہ گوئی

ایک اُن جانا خوف!

ضرغام راجہ

رات کی سیاہی پھیلتی جا رہی تھی اور ہوا بہت تیز چل رہی تھی۔ گاڑی سے باہر نکل کر پانی پیا اور تازہ دم ہو کر دوبارہ چلنے ہی لگا تھا کہ تھوڑے فاصلے پر سامنے چترہاری سانپ کنڈلی مارے بیٹھا نظر آیا۔ یہ سندھ کا خطرناک سانپ ہے۔ میرا دوست رضا سانپوں کے زہر پر تحقیق کرتا ہے۔ جی چاہا کہ اس کے لیے تحفے کے طور پر اسے پکڑ لوں۔

کار سے پستول لے کر باہر نکلا۔ سانپ سامنے نگاہ جمائے دو چوہے شکار کرنے ہی والا تھا کہ میں نے اس کے سر کا نشانہ لے کر فائر کر دیا۔ وہ فوراً ہی گر کر بے سُدھ ہو گیا۔ قریب پہنچ کر ایک لکڑی کی مدد سے میں نے اسے کار کے اندر ڈالا اور روانہ ہو گیا۔ تھوڑی دیر بعد میں نے محسوس کیا کہ کار کو اچانک کوئی جھٹکا لگا ہے۔ یہ دراصل سانپ کے اُچھل کر میرے اوپر گرنے سے ہوا تھا۔ میں نے اسے جھٹک کر دوبارہ کار میں پھینک دیا۔

پھر سامنے لگے شیشے پر نظر پڑی تو میرے اوسان خطا ہو گئے، کیوں کہ سانپ پچھلی سیٹ پر اپنی گردن اٹھائے بیٹھا تھا اور اس کی دو شاخہ زبان بار بار باہر آ رہی تھی۔ میں گاڑی روکنا چاہتا تھا کہ وہ تیزی سے اسٹیئرنگ سے ذرا اوپر آ کر بیٹھ گیا۔ میرے پسینے چھوٹ رہے تھے کہ کہیں سانپ ہی میرا شکار نہ کر لے۔ میں نے دل ہی دل میں اللہ سے جان کی خیر مانگنی شروع کر دی۔

حیرت کی بات یہ تھی کہ سانپ نے ابھی تک مجھے ڈسا نہیں تھا، حالاں کہ چترہاری سانپ کی فطرت ہے کہ وہ کسی انسان کو زیادہ مہلت نہیں دیتا اور اس کا کاٹا پانی بھی نہیں مانگتا۔

دہشت کی اس کیفیت میں ہی میں شہر کے اندر داخل ہوا۔ رضا کے گھر پہنچ کر میں نے اچانک ہی ہارن بجانا شروع کر دیا۔ رضا آنکھیں ملتا ہوا آیا۔ اچانک سانپ پر نظر پڑتے ہی وہ بھاگ کر گھر سے سپرے کرنے والی مشین لے آیا اور مجھے ناک بند کرنے کا اشارہ کیا۔ میں نے سانس روک لی۔ اس نے سانپ پر سپرے کیا۔

رضانے بے ہوش سانپ کو پکڑا اور ساری کہانی بھی ساتھ ہی سن لی۔ وہ اسے دوسرے کمرے میں لے گیا، لیکن کچھ دیر کے بعد واپس لا کر میرے اوپر اچھال دیا اور کہنے لگا: ”یہ تو بالکل بے ضرر ہے۔“

”کیا مطلب؟“ میں نے پوچھا۔

”جب تم نے اسے گولی ماری تو اس نے شکار کرنے والے اپنے زہریلے دانت باہر نکالے تھے جنہیں گولی نے ختم کر دیا۔ تم سارے راستے ایک بے ضرر سانپ سے دہشت زدہ رہے جو کسی کو ڈسنے کے قابل نہیں رہ گیا تھا۔“

رضانے ہنستے ہوئے دانت نکالے اور میرے منہ سے ایک ٹھنڈی سانس نکلی۔ میں نے اللہ کا شکر ادا کیا جس نے مجھے خطرناک سانپ کا ہم سفر ہونے کے باوجود اس کے شر سے محفوظ رکھا۔

☆.....☆.....☆

مہمان نوازی

اور دعا قبول ہوگئی!

جعفر محمود مدنی

ایک بار امام احمد بن حنبلؒ سفر میں تھے۔ ایک قصبے میں رات ہوگئی تو نماز کے بعد مسجد ہی میں ٹھہرنے کا ارادہ کر لیا، مگر انہوں نے یہ گوارا نہ کیا کہ لوگوں کو اپنا تعارف کروائیں۔ مسجد کے خادم نے امام صاحب کو نہ پہچانا اور مسجد سے باہر نکال دیا۔ یہ سارا منظر ایک نان بابائی نے دیکھ لیا۔ اس نے امام صاحب کو اپنے گھر رات ٹھہرنے کی پیش کش کر دی۔

آپ جب اس کے گھر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ نان بابائی کام کے دوران بھی کثرت سے استغفار کر رہا ہے۔ امام صاحب نے پوچھا: ”کیا تمہیں اس قدر استغفار کرنے کا پھل ملا؟“

نان بابائی نے جواب دیا: ”میں نے جو بھی مانگا اللہ نے عطا کیا، البتہ ایک دعا ہے جو ابھی تک قبول نہیں ہوئی۔“

امام صاحب نے پوچھا: ”وہ کون سی دعا ہے؟“

نان بابائی بولا: ”میری خواہش ہے کہ امام احمد بن حنبلؒ سے ملاقات کا شرف حاصل کروں۔“

آپ فرمانے لگے: ”میں ہی امام احمد بن حنبلؒ ہوں! اللہ نے ناصر تمہاری دعا سنی بلکہ مجھے تمہارے دروازے تک کھینچ بھی لایا۔“

☆.....☆.....☆

آہ! ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا

ڈاکٹر محمد مزمل احسن شیخ

ایک عظیم شخصیت، مساجد اور دینی اداروں کی تعمیر میں وقف، بیت المال پاکستان کے امین، ماہر امراض قلب، اصلاح معاشرہ کے سلسلے میں اشاعت قرآن و سنت پر مال لٹانے والے محترم ڈاکٹر محمد راشد رندھاوا بھی طویل علالت کے بعد اللہ کے حضور پیش ہو گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

جیلوں میں قرآن کی تدریس کا اہتمام کیا۔ پولیس کے تربیتی اداروں میں سپیشل لیکچرز کروائے۔ دینی کتب کی اشاعت پر لاکھوں قربان کیے۔ علماء و صلحاء کے انتہائی قدردان تھے۔ مرکز ادارۃ الاصلاح البدر میں علماء اور اساتذہ کو خصوصی لیکچر دیا کرتے تھے۔ مجلہ ”صراط مستقیم“ کراچی کے سرپرست تھے۔

اللہ نے انہیں انتہائی خیر اور اصلاح امت کا مرقع بنایا ہوا تھا۔ والدین کے ایصالِ ثواب کے لیے ”رضیہ شریف ٹرسٹ“ بنایا ہوا تھا۔

لارنس روڈ، لاہور پر واقع مرکز میں ان کی نماز جنازہ ادا کی گئی۔ علماء و صلحاء امت کی ایک کثیر تعداد نے شریک ہو کر ان کے لیے مغفرت کی دعائیں کیں۔

اللہ سے دعا ہے کہ ان کے پس ماندگان سمیت ہم سب کو ان کے مشن کو جاری رکھنے کی توفیق دے۔ آمین!

☆.....☆.....☆

عقل کی تکمیل

بشیر جمہ

وہاب بن منبہ سے منقول ہے کہ لقمان نے اپنے بیٹے سے فرمایا: ”اے بیٹے! انسان کی عقل کامل نہیں ہوتی جب تک اس میں دس صفات پیدا نہ ہو جائیں:

- ☆ کبر، یعنی نخوت و غرور سے محفوظ ہو۔
- ☆ نیک کاموں کی طرف پورا میلان ہو۔
- ☆ دنیاوی سامان میں سے صرف بقدر بقائے حیات پر اکتفا کرے۔
- ☆ زائد کو خرچ کرے۔
- ☆ تواضع کو بڑائی سے اچھا سمجھے۔
- ☆ اپنی انا قربان کرنے کو عزت و سر بلندی پر ترجیح دے۔
- ☆ سمجھ کی باتیں حاصل کرنے سے زندگی بھر نہ تھکے۔
- ☆ اپنی طرف سے کسی سے اپنی حاجت کے لیے تحکم و بد مزاجی اختیار نہ کرے۔
- ☆ دوسرے کے تھوڑے احسان کو زیادہ سمجھے اور اپنے بڑے احسان کو کم سمجھے۔
- ☆ تمام اہل دنیا کو اپنے سے اچھا سمجھے اور خود کو سب سے برا سمجھے۔ کسی کو اچھا دیکھنے پر خواہش مند ہو کہ اس کی عمدہ صفات خود اختیار کرے اور کسی کو برا پائے تو خیال کرے کہ شاید یہ نجات پا جائے اور میں ہلاک ہو جاؤں۔
- ☆ جب یہ صفات پیدا ہو جائیں تو سمجھو عقل مکمل ہو گئی۔

☆.....☆.....☆

said to the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* : "O Messenger of Allah! I have no guide to lead me to the mosque (to attend the congregational prayer)." He asked the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* for permission to pray in his house, and he was granted the permission. When he turned to go, the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* called him and said: "Do you hear the call to prayer?" The blind man said: yes. The Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* then said: "Then respond to it (by coming to the mosque)!" [Muslim]

Moreover, the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* severely warned against abandoning it. Abu Hurayrah *may Allah be pleased with him* also reported that the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "By Him in whose hand is my soul! I have considered ordering a fire to be kindled and then ask someone to lead the people in prayer. And then go to the men (who did not attend the prayer) and burn their houses over them." [Al-Bukhari and Muslim]

This was clearly understood by the Companions *may Allah be pleased with them* and their words reflected it. Abdullaah Ibn Mas'ood *may Allah be pleased with him* said: "If anyone would like to meet Allah tomorrow as a Muslim, he should persevere in observing these five prayers (in congregation) whenever the call for them is made, for Allah has chosen for your Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* the way of right guidance. And the (five prayers in congregation) are part of this right guidance. If you were to pray them in your houses, as the one who stays behind in his house, you would be leaving a Sunnah of your Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam*. If you leave the Sunnah of your Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* you would go astray. Verily, I have seen a time when no one abandoned them (the

CONGREGATIONAL PRAYER

Performing the prayers in congregation is mandatory and required of every believing adult male who has no excuse for not doing so such as being prevented by a tyrant ruler or sickness. Many authentic narrations highlight the superiority and excellence of praying in congregation. Among these narrations are:

☆ The Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "Prayer in congregation is superior to a prayer performed individually by 27 degrees."

[Al-Bukhari; Muslim]

☆ The Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "The prayer of a man in congregation is twenty-five times more superior (in reward) to his prayer in his house or market; and this is because he performs ablution and perfects it and goes to the mosque with the sole purpose of performing the prayer. He does not take a step without being raised a degree and having one of his sins erased. When he prays, as long as he does not lose his ablution, the angels keep on praying (for him): 'O Allah! bless him. O Allah! have mercy upon him.' And he is considered in prayer as long as he is waiting for the prayer."

[Al-Bukhari; Muslim]

ABANDONING THE CONGREGATIONAL PRAYER

To know the status of praying with the congregation and how serious a matter it is to abandon it, the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* hardly exempted anyone from it. Abu Hurayrah *may Allah be pleased with him* reported that a blind man

congregational prayers) except for the hypocrites who were well known for their hypocrisy. A man would be brought, supported by two people (due to his weakness or illness) until he was placed in a row (in the congregation)." [Muslim]

The Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* stressed on the importance of praying in a congregation under all circumstances. In one narration, he *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "If there are three men in a village or desert and prayer is not established among them, then the devil takes mastery over them. So be with the congregation since the wolf devours the remote (stray) sheep." [Abu Daawood]

WHAT IS A CONGREGATION?

The least number required for the congregational prayer is two: the Imaam (leader) and another one with him. The more the people, the more rewarding is the prayer by Allah. The Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "A man's prayer with another man is worth more than his prayer individually, and his prayer with two men is worth more than his prayer with only one man. The more they are, the more rewarding by Allah." [Ahmad; Abu Daawood]

The prayer is better to be performed in the mosque. The farther mosque is better than the near. Concerning this, the Prophet *sallallaahu `alayhi wa sallam* said: "The people attaining the most reward are those who have farthest to walk." [Muslim; Ahmad; Abu Daawood]

(Selected by: Ayesha Khawaja)

☆.....☆.....☆

Kausar
BANASPATI & COOKING OILS

کچھ خاص مہارے کھانے میں



 KausarCookingOils